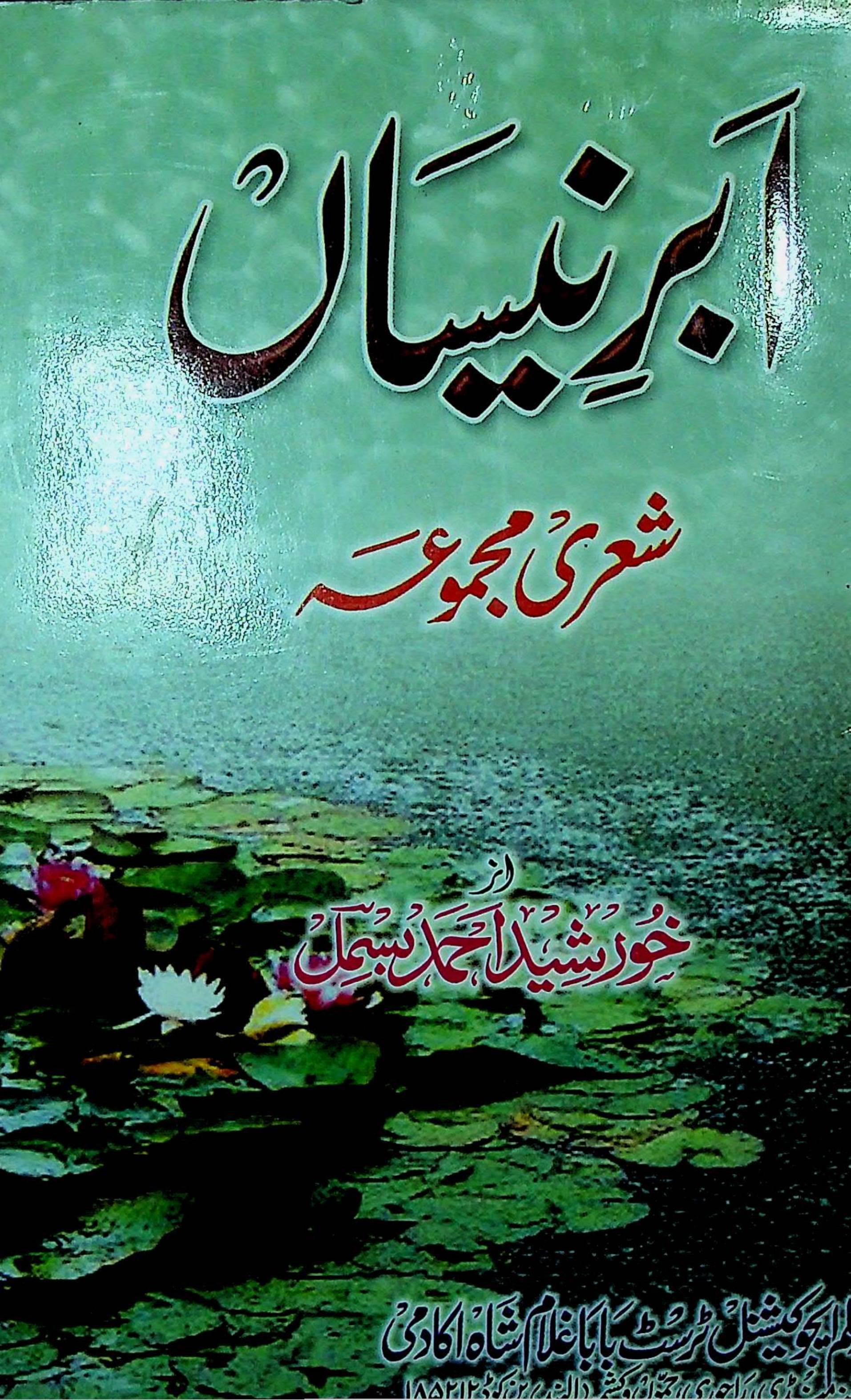
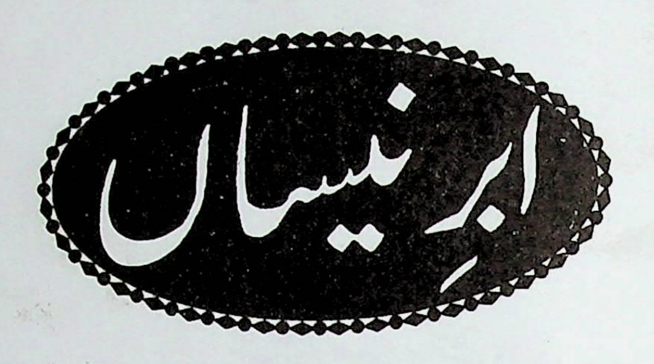
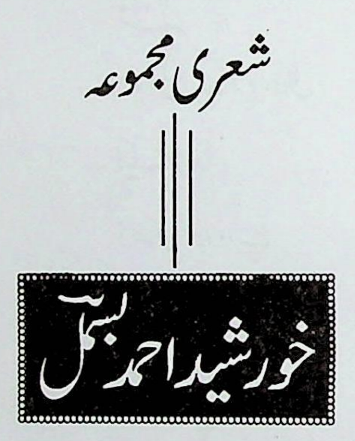

ابرِ نیساں
شعری مجموعہ
از
خورشید احمد بسمل
لم ایجوکیشنل ٹرسٹ بابا غلام شاہ اکادمی









ناشر

مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ بابا غلام شاہ اکادمی تھنہ منڈی راجوری جموں و کشمیر (الہند)

پن کوڈ نمبر 185212

نام کتاب	:-	ابرِ نیساں
نام مصنف	:-	خورشید احمد بسملؔ
کمپوزنگ	:-	حافظ محمد نصیر الدّین نقشبندی
سال اشاعت	:-	۲۰۱۰ء
طباعت	:-	جیلانی بک ڈپو، دہلی
تعداد	:-	ایک ہزار
قیمت	:-	ڈھائی سو روپئے

ملنے کا پتہ

مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ بابا غلام شاہ اکادمی تھنہ منڈی راجوری جموں و کشمیر

فون نمبر:- 01962251037,9419385269

این، ایچ اسٹیشنری ہاؤس تھنہ منڈی 9697262692

ضیاء اسٹیشنری ہاؤس نزد ایم ای ٹی تھنہ منڈی 9697654011

انتساب

اللہ رب العزت کے نام

جس نے مجھے توفیقِ تحریر عطا کی

اپنے والدین کے نام

جن کی دعاؤں کی برکت سے میں اِس لائق ہوا

اپنے احباب اور عزیزان کے نام

جو ہر موڑ پہ میری حوصلہ افزائی کرتے رہے

خورشید احمد بسمل

فہرست مضامین

کچھ اپنے بارے میں

میری پیدائش ۱۹۴۷ء کے آس پاس پیر پنچال کے دامن میں ایک گاؤں چندی مڑھ میں ہوئی جہاں میرے والدین تقسیمِ ملک کے پُر آشوب دور میں ایامِ مہاجرت گذار رہے تھے۔ البتہ کاغذی ریکارڈ کے مطابق میری تاریخ پیدائش ۲۳ / جون ۱۹۴۹ء ہے اور مقامِ پیدائش تھنہ منڈی ہے۔ میرے والد مرحوم الحاج سیٹھ محمد شفیع اور والدہ ماجدہ فاطمہ تھیں۔ بقول والدین میں سارے کنبہ کی آنکھ کا تارا تھا چونکہ مجھ سے بڑے چار بھائی یکے بعد دیگرے موت کی آغوش میں جا چکے تھے۔ اور اب محبتوں کا مرکز میں ہی بن گیا تھا۔ میرا نام خورشید احمد میری چچازاد بہن محترمہ تاج بیگم کو کسی بزرگ نے خواب میں بتایا تھا۔

ابتدائی غیر رسمی تعلیم والدہ محترمہ سے ملی اور پھر رسمی تعلیم اوّل تا دہم (۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۵ء) مقامی ہائی اسکول میں حاصل کی۔ جہاں پہلے قبلہ ماسٹر عبدالعزیز وانی پھر غلام نبی شہباز صاحب اور جناب ہربنس لال شرما صاحب کی سرپرستی میں تعلیم و تربیت کا سفر طے کیا۔ مذہبی تعلیم مرحوم قاضی غیاث الدّین صاحب امام جامع مسجد تھنہ منڈی سے حاصل کی اور پھر والد صاحب کی خواہش کے مطابق ڈگری کورس کیلئے پونچھ کالج میں داخلہ لیا۔ مگر شومیٔ قسمت چند ہی ایام کے بعد کشمیر کے حوالے سے ۱۹۶۵ء کی ہند پاک جنگ واقع ہوئی اور پھر نئی مشکلات کا سلسلہ چل نکلا۔ والد صاحب کو آزادی پسندوں کی حمایت کی پاداش میں جموں سینٹرل جیل میں پہنچایا گیا اور فروری ۱۹۶۶ء میں مجھے محکمہ تعلیم میں بطورِ مدرس ملازمت مل گئی۔ اِسطرح میرا رسمی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اُدھر تین سال کیلئے کسی پرائیویٹ امتحان میں بیٹھنے کیلئے محکمانہ

پابندی بھی تھی۔ اِسی دوران ایک روز ایک جوتشی سے ملاقات ہوئی اُس نے میرے ہاتھ کی لکیروں کو غور سے پڑھا بہت کچھ اناپ شناپ کہا ساتھ ہی کہنے لگا مزید تعلیم کی خواہش مت کرو اب تمہاری قسمت میں کچھ بھی تعلیم نہیں ہے۔ اُس کی اِس بات سے میں زبردست دِل برداشتہ ہوا اور میں نے وہیں عہد کرلیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں جوتشی کی اِس پیش گوئی کو غلط ثابت کروں گا۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء میں مزید تعلیم کا آغاز کیا جو ۱۹۸۰ء میں ایم ایڈ کر کے ختم ہوا۔

ملازمت کے ابتدائی سالوں میں تھنہ منڈی ہائی اسکول میں تعیناتی کے دوران میرا زیادہ اُٹھنا بیٹھنا اُس وقت کے ہیڈ ماسٹر منشی عنایت اللہ سے تھا جو ضلع ڈوڈہ کے رہنے والے تھے۔ وہ بڑے جہاں دیدہ آدمی تھے اور مولانا مودودی سے زبردست متاثر تھے اُنھوں نے مجھے مولانا مودودی کی ایک کتاب ''رسالۂ دینیات'' پڑھائی جو میرے لئے پہلی نظریاتی کتاب کا مطالعہ تھا جس نے میرے شوقِ مطالعہ کو زیادہ گہرا کر دیا اور مذہب کے حوالے سے روایتی سوچ کی چولیں بھی ہلا دیں۔

سال ۷۱-۱۹۷۰ء میں جناب غلام نبی شہبازؔ نے مجھے اور فاروق مضطرؔ کو بزمِ ادب تھنہ منڈی کی محفلوں میں بُلانا شروع کر دیا۔ اور ہماری شعری تخلیقات کی اصلاح وغیرہ شروع کی، پھر کیا تھا شعر و ادب کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔ اب دیگر تمام مصروفیات ختم، صرف شاعر، شب خون، دھنک، بنجارا، شیرازہ، غبارِ خاطر، آجکل (رسائل کے نام) وغیرہ کا تذکرہ ہی رہ گیا۔ شب و روز ادب نواز دوستوں اور بزرگوں۔۔۔ جناب محمد دین بانڈے، غلام نبی شہبازؔ، رشید فداؔ، عبدالسلام بہارؔ، نثار راہیؔ، غلام قادر میرؔ، صابر

مرزا، احمد شناسؔ، امین انجم، پرت پال سنگھ بیتاب، اقبال نازشؔ، مسعود الحسن مسعودؔ، شیخ آزادؔ، حسام الدّین بیتابؔ، ایوب شبنمؔ،نظیر قریشی، شیخ سجاد پونچھی، محمد شفیع وانی غازیؔ، محمد بشیر بٹ سوزؔ، گلزار شمسؔ، رشید قمرؔ، بشیر شال شورشؔ، افضل ہویداؔ، نصیر رینہ ساجدؔ، غلام محی الدّین عارفؔ، مفتی منیر حسین، مولانا عابد حسین اور مشتاق قریشی کی محفلیں اوڑھنا بچھونا بن گئیں۔ آگے چل کر اِس دائرے میں اقبال شال، عبدالقیوم ساحلؔ، عبدالقیوم نائکؔ، شبیر راتھرؔ، صادق شادؔ، شیخ فضل، زنفر کھوکھر، عبدالغنی شال، نصیر احمد شال، مہاراجکر سنگھ ایشرؔ، کے کے خاکی، چونی لال شعلہؔ، گھنی شام بالیؔ، پریم ناتھ شرما، عبدالعزیز، قاضی ظہور رضیؔ، خورشید جانمؔ، محمد خورشید خان، مرزا اسلم، ظفر اقبال اور اسماعیل آشناؔ شامل ہو گئے۔ صبح شام شاعری، افسانہ، ناول، جدیدیت وغیرہ کی گرما گرم بحثیں اور شعر سننا سُنانا ہی مستقل مشغلہ بن گیا۔ شاہین انجمن، دارالمطالعہ، پیر پنچال کلچرل فورم اس دور کی ہماری سرگرمیاں تھیں۔ اسی دوران میں نے اپنا قلمی نام بسملؔ رکھا۔ یہ سلسلہ چل رہا تھا کہ ایک جمعہ کے موقعہ پر فاروق مضطرؔ اور راقم نے مفتی منیر حسین کے مذہبی خیالات سنے جو حال ہی میں دیوبند سے فارغ ہو کر آئے ہوئے تھے۔ اُن سے تفصیلی ملاقات ہوئی اور اس طرح تھنہ منڈی میں غیر روایتی مذہبی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ جس کے نتیجے میں مدرسہ کاشف العلوم، تعمیر جامع مسجد، تبلیغی جماعت اور پھر مدرسۃ التوحید کا کام یکے بعد دیگرے ہوتا گیا۔

۱۹۷۱ء میں ہی والدین نے شادی کے بندھن میں بندھوا دیا اور اب سفرِ حیات میں محترمہ مریم بیگم میری ہمسفر بن گئیں، موصوفہ کا میری زندگی میں بے مثال کردار ہے

جس کیلئے حق تو یہ ہے کہ مستقل کتاب لکھی جائے مگر سرِ دست میرے پاس اِس کام کیلئے وقت نہیں ہے۔ صرف اتنا لکھ کر بات ختم کروں گا کہ موصوفہ میرے لئے اللہ کی طرف سے ایک نادر تحفہ ہے۔

۷۵۔۱۹۷۴ء میں مشتاق قریشی (شاہدرہ) کی تحریک پر میں نے مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ سوپور کشمیر میں B.Ed کیلئے داخلہ لیا جہاں میری ملاقات ریاست کی معروف شخصیات اور ٹرسٹ کے اعلیٰ اراکین پروفیسر غلام رسول بچّہ، پروفیسر عبدالعزیز بٹ، پروفیسر عبدالغنی بٹ اور اُس وقت کی ریاستی اسمبلی کے اسپیکر ملک محی الدّین سے ہوئی یہ سبھی مسلمانوں کی تعلیمی زبوں حالی ختم کرنے کیلئے بے قرار تھے میری دلچسپیوں کے پیشِ نظر مجھے بھی اپنے قافلے میں شامل کرلیا۔ نتیجۃً بی ایڈ مکمل کرنے کے بعد یکم نومبر ۱۹۷۶ء کو تھنہ منڈی میں چند ساتھیوں ۔۔۔ حاجی غلام احمد میر، سردار محمد اقبال، حاجی محمد سعید، عبدالقیوم رینہ، محمد اقبال شال، ڈاکٹر محمد افضل، گلزار شمس اور عبدالحمید رینہ وغیرہ کے تعاون سے ایک نرسری اسکول کی بنیاد رکھی، جس کی اُس وقت ضلع راجوری اور پونچھ میں کوئی نظیر نہ تھی۔ الحمد للہ اب وہ نرسری اسکول مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ بابا غلام شاہ ہائر سیکنڈری اسکول کے نام سے معروف ہو چکا ہے اور خطہ میں دور رس مثبت تبدیلیوں کا نقیب بن چکا ہے۔ جس میں بطورِ خاص بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی کے تصوراتی پیکر کی تیاری قابلِ ذکر ہے۔ اِس حوالے سے مذکورہ یونیورسٹی کے پہلے پروجیکٹ ڈائریکٹر جنابِ مسعود احمد چوہدری راقم کے نام ایک خط میں یوں اعترافی اظہار کرتے ہیں۔

Shri Khurshid Bismil,
Chairman,
MET Baba Ghulam Shah High School Thanna Mandi Rajouri

The receipt of payees cheque No.0879701 amounting Rs.10.000/= is thankfully acknowledged.

It makes us proud that the process of raising funds for the establishment of Baba Ghulam Shah Badshah University Rajouri should be set afoot by a visionary who dared to "think big and dream big" nearly two decades back with revolutionizing idea of putting in place a university in the far flung Rajouri region so that the floodgates of higher learning are opened for the poor and deprived masses of the socity. I must congratulate you for your unending efforts. perseverance and consistent furtherance of this noble cause which has at last long made it posssible to translate this dream in to reality

سال ۱۹۷۶ء اکتوبر میں ہی میرے اور مضطر صاحب کے مطالعہ میں مولانا وحیدالدین خاں صاحب کا ''الرسالہ'' آیا جو تا حال حرزِ جاں بنا ہوا ہے۔ جس نے بہت حد تک مجھے میری شناخت کرائی میرے دینی شعور کو قدرے آگے بڑھایا اور زندگی میں بامقصد کام کیلئے آمادہ کیا۔

سال ۱۹۹۷ء جو کہ خطہ میں ملی ٹینسی کے عروج کا زمانہ تھا میرے لئے بھی سخت

آزمائش و ابتلا کا دور تھا۔ خواہ مخواہ کچھ لوگ مجھے صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے سرگرم تھے۔ میری محبوب سرگرمی ایم ای ٹی بابا غلام شاہ اکادمی کو منتشر کر دینا بھی اُن کا منصوبہ تھا۔ مگر اللہ رب العزت نے میری سرگرمیوں کے سمیت مجھے محفوظ رکھا اور دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکے اور میں نئی کامیابیوں کے ساتھ سامنے آیا۔ اسکول کیلئے ایک نئی عالیشان عمارت وجود میں آئی اور تعلیمی اور سماجی سرگرمیاں مزید مستحکم ہوگئیں البتہ میں اُن حضرات کا اب بھی احترام کرتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے ہمیشہ مستعد رکھا۔ بقولِ شاعر

مخالفت سے میری شخصیت اُبھرتی ہے　　میں دشمنوں کا بڑا احترام کرتا ہوں

یہ بھی اتفاق ہے کہ اسی دوران امریکن بائیوگرافیکل انسچیوٹ کے ڈائریکٹر کی طرف سے مجھے ایک تہنیت نامہ ملا جس میں میری حوصلہ افزائی کچھ اس طرح سے ہے۔

Dear Mr. Bismil

Congratulations! Because of Exemplary performance your name has been recommended recently to the institutes Governing Board of Editors for biographical inclusion in the 8th edition of international directory of distioguished Leadership.

I congratulate you on the fine example you are setting for your peers and society, Mr.Bismil. My best personal wishes for all of your future endevours.

میری سرگرمیوں کی خبر کس طرح امریکہ پہنچی یہ میرے لئے ابھی تک معمہ ہے۔

جون ۲۰۰۷ء میں میں محکمۂ تعلیم سے بحیثیت ہیڈ ماسٹر سبکدوش ہوا اور اسی سال

حاصلِ زندگی یادگاری سفر ''سفرِ حج'' بھی نصیب ہوا۔

ایڈوکیٹ طاہر خورشید رینہ، مہناز، مسرت، شگفتہ، نصرت میرے بچے ہیں جن کی میں نے حتی المقدور تعلیم و تربیت کی ہے۔ میں پُر امید ہوں کہ یہ لوگ اللہ کے سچے بندے بن کر زندگی گذاریں گے اور عوام الناس کیلئے مفید ثابت ہونگے۔ میری بڑی بہن محترمہ راج بیگم اور چھوٹا بھائی اقبال نازش و قبیلے کے دیگر خورد و کلاں اور احباب میرا قیمتی سرمایۂ حیات ہیں میں ان تمام کی خوشحالی کیلئے ہمیشہ دست بدعا رہتا ہوں۔

میں نے بچپن سے آج تک مختلف چیزوں سے محبت کی ہے، بچپن میں مجھے چھوٹے پالتو چرند پرند سے پیار تھا۔ جوانی میں سماجی اور تعلیمی سرگرمیوں سے وابستہ رہا جو سلسلہ الحمد للہ آج تک جاری ہے مگر اب میری ترجیحات میں چھوٹے بچے افسر مبشّر، مصوّر، نور فاطمہ، نیرّہ، اور حسنینؔ سے کھیلنا شامل ہو گیا ہے۔

کچھ ابرِ نیساں کے حوالے سے

شاعری میرا شوق نہیں میری ضرورت رہی ہے۔ چونکہ یہ میرے جذبات کی ترجمانی کرتی ہے اور اس طرح میں اپنے دِل کا بوجھ ہلکا کرتا ہوں، میرے ایک قریبی دوست فاروق مضطرؔ کا اصرار تھا کہ میں شاعری ترک کردوں اور دیگر سماجی کاموں میں ہمہ تن مصروف رہوں۔ میں نے اُن کی کبھی نہیں سُنی۔ یہ کہہ کر کہ شوق تو چھوڑا جا سکتا ہے ضرورت نہیں۔ البتہ میں نے شاعری میں کوشش کی ہے کہ سنجیدہ خیالات کو ہی لفظوں کی مالا میں پرو دیا جائے۔ لب و رخسار، بال خال، ساغر و جام، ہجر و وصال، جیسے مریضانہ

موضوعات سے مجھے گھن آتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو ابرِ نیساں میں اِس قسم کی شاعری پڑھنے کونہیں ملے گی۔ ابرِ نیساں نام کا ایک کتابچہ جس میں صرف ''اردو سی حرفی'' ہی شامل ہے اِس سے پہلے شائع ہو چکا ہے اور اب اسی نام سے میرا پورا شعری مجموعہ چھپ رہا ہے۔ مجھے امید ہے جو بھی اسے غور سے پڑھے گا اُس پر ''ابرِ نیساں'' کی سی برسات ہوگی۔

میں پروفیسر حامدی کاشمیریؔ، پروفیسر ظہور الدّین، ایاز رسول نازکیؔ، غلام نبی شہباز، صابر مرزاؔ اور حاجی بشیر احمد خٹکؔ کا تہہ دِل سے ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے میرے شعری مجموعے کو پڑھا اور اپنے گراں بہا خیالات سے نواز کر اِس کتاب کے وزن و وقار میں اضافہ کر دیا۔

میں ڈاکٹر شمس کمال انجم صدر شعبہ عربی بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی اور حافظ محمد نصیر الدّین نقشبندی صاحب کی محنتِ شاقہ کو تا حیات بھلا نہیں سکتا جن کی وجہ سے اِس کتاب کا منصہ شہود پر آنا ممکن ہوا۔ آخر میں میں قارئین حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ''ابرِ نیساں'' کا مطالعہ پوری توجہ سے کریں اور اپنے احساسات سے مجھے نوازتے رہیں۔ فقط والسلام

خورشید احمد بسملؔ ۵ر مئی ۲۰۱۰ء

خورشید بسملؔ کی شاعری

پروفیسر حامدی کاشمیری سرینگر کشمیر

مسرت کا مقام ہے کہ وادیٔ کشمیر کے ساتھ ساتھ جموں اور اس کے نواحی علاقوں یعنی بھدرواہ، پونچھ اور راجوری میں بھی شعری اظہاریت اور افسانہ نویسی کے وافر نمونے معرضِ وجود میں آتے رہے ہیں اور یہ بار آور سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ کرشن چندر، ٹھاکر پونچھی، عشرت کاشمیری، کشن سمیل پوری، رسا جاودانی، قیس شیروانی، اللہ رکھا ساگر، موہن یاور، عرش صہبائی، محمد یاسین اور دوسرے اُردو دُنیا میں جانے پہچانے نام ہیں۔ معاصر ادب کے حوالے سے نئی نسلوں کے قلمکاروں میں ایسے کئی تازہ کارنام ہیں جو اپنی potentiality کا اظہار کر رہے ہیں۔ طمانیت بخش بات یہ ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی کی پیش رفت کا سامنا کرتے ہوئے ریاست کے لکھنے والے، نسل بعد نسل، نئی فکری، معاشرتی اور تمدنی صورتِ حال خاص کر ریاست کے ہوش رُبا واقعات سے مایوسی اور منفی ردِ عمل کے بجائے اثباتی رویوں کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ جدیدیت کے دور میں ریاست کے لکھنے والے بھی مایوسی اور تنہائی کے اسیر ہو کے رہ گئے، لیکن جدیدیت کے بعد مابعد جدیدیت کے ورود کے ساتھ ہی زندگی بھوگنے اور زندگی کرنے کے رجحانات کو تقویت ملی اور ریاستی سطح پر بھی یہ رویے فروغ پانے لگے۔

خورشید احمد بسملؔ راجوری کے اُن لکھنے والوں میں شامل ہیں جو شعر و شاعری کیلئے طبع موزوں رکھتے ہیں اور بلاشبہ ایک پختہ کار اور جہاں آگاہ شاعر ہیں اُن کی چشمِ نظارہ واہ رہتی ہے وہ اپنی ذات کے نہاں خانوں سے نکل کر باہر کی معروضی دُنیا کے سرد و گرم اور اونچ نیچ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اپنے ذہنی تأثرات کو نغمیاتی رنگ و آہنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اُن کا شعری کینواس پھیلا ہوا ہے وہ اپنے مشاہدات، سماجیات اور اخلاقیات کو ہنرمندی سے نظم کرتے ہیں۔ وہ ماشاءاللہ "بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر" کے تحت اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کے ساتھ ہی مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اپنے عقیدتمندانہ جذبات کا اظہار کرتے ہیں اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے طے کردہ کسی نظریے کی پابندی کو ٹھکراتے ہوئے اپنے شعری ذہن کی آزادگی کو روا رکھتے ہیں۔

جہاں تک اُن کی غزلیات کا تعلق ہے اِن میں کئی اشعار اُن کے ذہنی، نفسیاتی اور جذباتی رجحانات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ ایسے اشعار میں الفاظ کی سادگی اور لہجے کی روانی سے کام لیتے

ہوئے شعری وقوع کی عمل آوری کا احساس دِلاتے ہیں، یہ ضرور ہے کہ بسمؔل صاحب اُن شعراء میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں جو گردوپیش کے پُرآشوب واقعات کو شدّت سے اور سچائی سے پیش کرتے ہیں اور بہر صورت روایت نوازی کا حق ادا کرتے ہیں۔

چند اشعار مندرج ہیں، یہ لفظوں اور پیکروں کے ارتباط سے اُن کے داخلی وجود کی تہہ داری اور لفظ و بیاں سے گہری معنویت کا پتہ دیتے ہیں۔

لکیریں کھینچتا رہتا ہوں اکثر!!
اُبھرتا ہی نہیں ہے کوئی پیکر!!

☆

چوم کے پتھر آئینے کو توڑ دیا اِک بالک نے
اپنے آپ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اِک بالک نے

☆

مچھلیاں پانی میں جل کر رہ گئیں
اور چٹّانوں کا دل کجلا گیا

☆

آج ہر سمت پھول برسے ہیں
آج وہ آس پاس بیٹھا ہے

☆

چھو لے تُو تو شہد سا میٹھا دریا ہوں
ورنہ میں اک جلتی آگ کا صحرا ہوں

☆

ہے سارا صحن روشن قمقموں سے
طلاطم ظلمتوں کا گھر کے اندر



کچھ اِس مجموعے کے بارے میں

پروفیسر ظہور الدین

جناب خورشید بسملؔ کے اُردو کلام پر مشتمل مجموعہ جس کا نام ''ابرِ نیساں'' ہے اور جو طباعت کی منزلوں سے ہمکنار ہونے کیلئے تیار ہے۔ اس وقت میرے سامنے ہے۔ خورشید بسملؔ کا تعلق ایک مردم خیز خطۂ زمین جس کو تھنہ منڈی کہتے ہیں اور جس کی شہرت کی کئی ایک وجوہات ہیں خصوصاً ایک یہ کہ اگر آپ حضرت بابا غلام شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کو خواص و عام شاہدرہ شریف کے نام سے جانتے ہیں، کی زیارت کرنا چاہیں تو آپ کو اسی قصبے سے گذر کر جانا ہوگا۔ دوسری وجہ اِس کا فطری حُسن اور جانفزا آب و ہوا ہے۔ اس پر طُرّہ یہ کہ قدیم مغل روڈ پر واقع ہونے کی وجہ سے نہ صرف خود تاریخی اہمیت کا حامل ہے بلکہ نوری چھم، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ جہانگیر کی ملکہ نور جہاں وہاں کشمیر آتے جاتے اکثر آبشار کے نیچے نہایا کرتی تھی اور بادشاہ ایک مخصوص جگہ بیٹھ کر مختلف زاویوں سے اس منظر کا نظارہ کیا کرتا تھا۔ اس مقام تک بھی اگر آپ جانا چاہیں تو اسی قصبے سے گذر کر جانا پڑتا ہے۔ اگرچہ اب دوسرے راستوں سے بھی وہاں پہنچنے کی سہولیات میسّر ہیں۔

اسی تاریخی اور فطری حسن سے معمور مقام سے خورشید بسملؔ کا تعلق ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ خورشید بسملؔ اپنے خاندان کے پہلے فرد نہیں جنھوں نے اُردو شاعری سے ناتا جوڑا ہے۔ اُن کے خاندان میں ایک طویل عرصے سے یہ روایت چلی آرہی ہے۔ اُن کے ایک بزرگ جو عبدؔ تخلص کیا کرتے تھے کی اُن کے ہمعصر نادر شاعر چراغ حسن حسرتؔ سے چشمک تھی۔ جس کا اظہار دونوں اکثر شعر کی صورت میں کیا کرتے تھے اُن کا قلمی بیاض آج بھی اُن کے خاندانی تبرکات میں موجود ہے۔ میں نے یہ بیاض تقریباً تیس

سال قبل انھیں کی وساطت سے دیکھا تھا۔ عبد کا ذکر میرے ڈی لٹ کے مقالے میں موجود ہے۔ جو چھپ کر خاص وعام تک پہنچ چکا ہے۔ خاندان میں شعری روایت اگر تواتر سے چلی آرہی ہو تو پھر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آپ غیر شعوری طور پر بھی کچھ کہہ دیں تو وہ موزوئی طبع کا پتہ دیتا ہے۔ اس کا ثبوت بسملؔ کے اسی مجموعے میں بیان کردہ اُس واقع سے مل سکتا ہے جو ایک حمد کی تخلیق کا موجب بنا۔ اس واقع کو بیان کرتے ہوئے بسملؔ لکھتے ہیں ''۴؍اگست ۱۹۸۶ء کو علیل والدِ محترم سے میں نے اُن کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواباً فرمایا ''راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے'' اِس موزوں جملے یا مصرعے نے اس حمد کی تحریک کا کام کیا جس کا آغاز اِن اشعار سے ہوتا ہے۔

ساری ہے حمد تیری ساری تیری ثناء ہے
رحمت کی تیری بے شک کوئی نہ انتہا ہے

تجھ سے ملی بشر کو منزل بھی آگہی بھی!
ظلماتِ یاس میں تو امید کا دیا ہے!!

ہم سب ہیں تیرے بندے مالک ہے تو ہمارا
''راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے''

شعری مجموعے میں ابتداً جو کلام شامل کیا گیا ہے اُس میں حمدیہ منظومات کے علاوہ ایک حمدیہ ماہیہ، ایک مناجات، نعتیہ نظموں اور نعتیہ غزلوں کے علاوہ عظمتِ رمضان، ماہِ رمضان کی برکتیں، لیلۃ القدر، عقیدت کے جوہر سے معمور نظر آتی ہیں۔ اسی وجہ سیہم نظم کے جذباتی وفکری ارتقاء میں وہ روانی دکھائی دیتی ہے جو بصورتِ دیگر ممکن ہی نہیں ہوتی۔ بسملؔ اپنے موضوع کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح پیش کرتے چلے

جاتے ہیں کہ کہیں فکری یا جذباتی خلوص و صداقت میں کمی نہیں آتی بلکہ جذبے کا خلوص ارتقاء کی طرف مائل رہتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا
کون تیرے سوا، اے خدا، اے خدا
ماہ و انجم ترے، عرش سب ہے ترا
بحر و بر ہیں ترے، فرش سب ہے ترا
سب ترا، سب ترا، سب ترا، سب ترا
اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا

☆

سارے در بند ہوں تو ہونے دے　　باب اپنا تو رکھ کھلا مولا
پاک، بھارت میں دوستی کر دے　　میرے کشمیر کو بچا مولا

☆

آؤ آؤ مدینے چلیں ہم، پیاس قلب و نظر کی بجھانے
لطفِ فردوس ملتا ہے جس جا، سچ تو یہ ہے نظارہ وہی ہے
مصطفےٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

☆

یہ کارگاہِ حیات ساری
ترے لئے ہی رواں دواں ہے
ترے لئے ہی رونقیں ہیں ساری
ترے لئے ساری رفعتیں ہیں
ترے لئے یہ جہان سارا

☆

اے سوختہ جاں لوگو! طیبہ میں چلے آؤ
رحمت کی برستی ہے برسات مدینے میں

گر قربِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تحفہ مجھے دے یا رب
مل جائے گی جنت کی سوغات مدینے میں

☆

نبیِ مکرم ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
بعدِ خدا ہے تو ہی مقدم صلی اللہ علیہ وسلم
شمس و قمر ہیں تجھ پہ قرباں
جن و ملائک تیرے درباں
تیرا ثنا خواں عالم عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

اِن ابتدائی منظومات کے بعد غزلیات کو شامل کیا گیا ہے۔ غزل اُردو شاعری کی معراج ہے اِس میں جہاں حسن و عشق کے معاملات کو پیش کیا جاتا ہے جو اِس کا محبوب ترین موضوع ہے وہاں زندگی کے دوسرے پہلوؤں کی بھی بھرپور ترجمانی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خصوصاً جدید غزل نے تو اپنے روائتی موضوع سے ہٹ کر ہی اپنی کائنات تشکیل دینے کی کوشش کی ہے۔ بسملؔ نے بھی غزل کے روائتی موضوع سے قدرے ہٹ کر زندگی کے اُن تمام پہلوؤں کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے جس سے وہ عبارت ہے اور جس کو دیکھے اور سمجھے بغیر اُس کے حقائق تک رسائی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اِن غزلوں کا اہم ترین پہلو وہ تفکر ہے جو قاری کو غور و خوض کی نہ صرف ترغیب دیتا ہے۔ بلکہ رک کر شاعر کی روح میں اترتے ہوئے اُس گوہرِ مراد تک پہنچنے کی تحریک بھی دیتا ہے جو دراصل شاعر کا عندیہ ہے۔ مجموعے میں شامل پہلی ہی غزل کے یہ اشعار دیکھئے۔

اِدراک ہی بے بس تھا، کچھ بھی نہ سمجھ پایا
آنے کا ہے کیا مطلب، کیوں لوٹ کے جانا ہے

احباب کی قبروں کو کیا دیکھنے آئے ہو؟
مٹی کے کِھلونے تھے، مٹی ہی ٹھکانا ہے

☆

جینا کسے کہتے ہیں آخر جو سمجھ آیا
"اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے"

☆

ہے کاوشِ لاحاصل، انسان کی ہر کوشش
کہتے ہیں سکوں جس کو اِک خواب سُہانا ہے

☆

ان اشعار کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ زندگی کے گہرے شعور نے بسمل کو بہت سے ایسے حقائق تک پہنچا دیا ہے۔ جن تک انسان زندگی کی بھٹی میں تپنے کے بعد ہی پہنچ پاتا ہے۔ زندگی کے یہ ٹھوس حقائق ایسے نہیں ہیں کہ اُن تک کسی نے پہلی بار رسائی حاصل کی ہو لیکن اُس کے لہجے میں جو ایک صوفیانہ انجذاب پیدا ہو گیا وہ بیانیہ ہوتے ہوئے بھی متاثر کرتا ہے۔ اِس انجذاب کو تفکر کی آنچ نے اگر دو آتشہ نہیں تو کم سے کم آتشِ زیرِ پا کی کیفیت سے ضرور آشنا کر دیا ہے۔

معلوماتی واطلاعاتی دھماکہ خیزی (Knowledge Explosion) نے اِس دور کی زندگی کو اس قدر پیچیدہ بنا دیا ہے کہ بسا اوقات انسان خود کو ایک ایسی دلدل میں پھنسا ہوا محسوس کرتا ہے جس سے نہ تو وہ نکل سکتا ہے نہ اُس میں غرق ہو سکتا ہے۔ ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' والی کیفیت سے خود کو دوچار پاتا ہے۔ اس دور

میں انسان کی حالت یہی ہے۔ شائد اسی لئے فراقؔ بھی یہ کہے بنا نہ رہ سکا ع

اس دور میں زندگی بشر کی بیمار کی رات ہوگئی

اقدار کی شکست نے زندگی کی بے معنویت کے احساس کو جس طرح عام کرنے کی کوشش کی ہے اُس سے بسملؔ بھی متاثر ہوئے نظر آتے ہیں گو وہ نامساعد حالات کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتے ایسا اگر ہوتا پھر وہ یہ جاننے کی کوشش کبھی نہ کرتے کہ ایسا کیوں ہے؟ نہ وہ اپنے عمل کا محاسبہ کرتے نہ اپنے اردگرد کے ماحول پر نگاہ ڈالتے، اُسے سمجھنے کی کوشش کرتے۔ اُن کا یہ رویہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ ابھی وہ زندگی سے قطعی طور مایوس نہیں ہوئے۔ دورِ وجود کے نہاں خانے میں کہیں کوئی دیا ابھی ٹمٹمار ہا ہے۔ جو غور وخوض کی ترغیب دیتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

سمندر خامشی کا شش جہت ہے
اُبھرتا، ڈوبتا رہتا ہوں اکثر!
مری آنکھوں میں ہے خوابِ پریشاں!
عجب ہے میری بیداری کا منظر!
ہے سارا صحن روشن قمقموں سے
طلاطم ظلمتوں کا گھر کے اندر!
سوا نیزے پہ سورج آ گیا ہے
ہوئی ہے زندگی مانندِ محشر!

انسانی معاشرے کی تشکیل میں انسانی رشتے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی

لئے سبھی آسمانی صحیفے اُن کی اہمیت پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں۔ لیکن کچھ رشتے وہ بھی ہوتے ہیں جن کا تعلق صرف انسان کا اپنی ذات سے ہوتا ہے جو براہِ راست تو سماج کی تہذیب میں کردار ادا کرتے نظر نہیں آتے لیکن غور کیجئے تو یوں لگتا ہے جیسے معاشرے کی تہذیب و ترتیب میں وہ بھی کوئی کم اہم کردار ادا نہیں کرتے۔ معاشرے کی تشکیل کا منبع اگر انسان ہے تو ذات سے رشتوں کا محور بھی انسان ہی ہے پھر دوئی و بُعد کیا؟ لیکن انسان کی زندگی میں کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کی زہرتابی سے بچنے کیلئے مجاز کا سہارا لینے کیلئے خود کو مجبور پاتا ہے۔ ذات کے آئینے میں اُسے جو عکس دِکھائی دیتے ہیں وہ اتنی ہولناک صداقتوں کو لئے ہوتے ہیں کہ وہ اُن کی جگہ مادی اور عبوری صداقتوں کے سائے میں پناہ لینا بہتر سمجھتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ فریب اُسے کہیں کا نہ رکھے گا وہ اُس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اِن اشعار میں بسملؔ نے اِسی انسانی حقیقت کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

چوم کے پتھر آئینے کو توڑ دیا اِک بالک نے
اپنے آپ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اِک بالک نے
آگے اونچی دیواریں ہیں پیچھے گرد اُڑاتی راہ
کیسے موڑ پہ لا کر بسملؔ چھوڑ دیا اِک بالک نے

زندگی کی وہ قدریں جو اسے وزن و وقار عطا کرتی ہیں جب گہنا جاتی ہیں یا جب آدمی کا یقین اُن سے اُٹھ جاتا ہے تو اِس تبدیلی کا منفی اثر فطرت کے نظام پر بھی پڑتا ہے کیونکہ اِس کائنات کی تشکیل انسان کے لئے ہی تو کی گئی ہے۔ وہی تو اشرف المخلوقات اور مرکزِ کائنات ہے۔ ہمارے دور میں زمینی و ماحولیاتی عناصر میں جو تبدیلی

رونما ہوئی ہے اُس کی بنیادی وجہ آدمی کا اپنے منصب سے ہٹنا ہی تو ہے۔ دیکھئے اِس حقیقت کی طرف بسملؔ کس خوبصورتی سے اشارہ کرتے ہیں۔

کوئی بادل اس طرف سے کیا گیا
ہر کلی ہر شاخ کو ایطا گیا
مچھلیاں پانی میں جل کر رہ گئیں
اور چٹانوں کا دل کجلا گیا

☆

چاند، سورج میرے کوچے میں کبھی آئے نہیں
غالباً اس شہر کی ہیں ساری تعمیریں غلط

☆

جی چاہے جیسے جو بھی کیے جاؤ دوستو!
بستی میں کوئی فعل نہ معیوب رہا ہے

☆

یوں تو زندگی بذاتِ خود کسی المیے سے کم نہیں ہے اِس پر اگر انسان نظر پینی اور دلِ وجود تک اُترنے کی قدرت بھی رکھتا ہو تو وہ یعنی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ بسملؔ کے یہاں یہ کیفیت بھی جاری و ساری نظر آتی ہے اُن کی شائد ہی کوئی غزل ایسی ہو جس میں یہ ایک طرح کی خنکی محسوس نہ کی جا سکتی ہو زندگی کے گہرے شعور میں اِس خنکی میں اور بھی شدت پیدا کر دی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

دوستو! کیسے کہوں کیسی قیامت ہو گئی
زندگی جو بھی ملی وقفِ ملامت ہو گئی

ٹہنی ٹہنی پھول خوشیوں کے تلاشے تھے مگر
ہر قدم پر خار پائے اور ندامت ہوگئی

☆

اس طرح اب خموش ہوں بسملؔ
اِک شکستہ ستار ہوں گویا

☆

غم کی ایسی ہوا چلی بسملؔ
شہر سارا اُداس بیٹھا ہے

☆

نہ رات ہی کا سکوں ہے باقی نہ دن کی راحت رسانیاں ہیں
زمانہ گذرا میں پھر رہا ہوں گلی گلی میں خیال ہو کر

☆

اب کے موسم کیا رنگ لایا
ہر گل پر کانٹا اُگ آیا
کیوں آنکھیں ویرانے ڈھونڈیں
کیوں بستی سے جی گھبرایا
مایوسی ، محرومی منزل
ہم نے کیا رستہ اپنایا

☆

کس لئے رکھا تھا میری داستاں کو نا تمام
کیوں لکھا ہے ریت کی تختی پہ تو نے میرا نام

میں تو اپنی بھول سے دلدل میں آکر پھنس گیا
دیکھتے ہو تم تماشہ بیٹھ کر بالائے بام

☆

جدیدیت نے جس نئی حسیّت کو جنم دیا تھا اس نے عالمی ادب کے ساتھ ہی ساتھ اُردو ادب کو بھی متاثر کیا اور کم و بیش بیس برس تک اردو شعر و ادب میں ایسے ایسے تجربے کرائے جو مثبت ہو یا منفی پر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ انھوں نے کچھ ایسے فن پارے بھی اردو ادب کو دیئے جو اب ہماری ادبی تاریخ کا حصہ ہیں اور جن سے کوئی صرفِ نظر کی جسارت نہیں کر سکتا۔ اِس جدید حسیّت نے موضوعاتی ہی نہیں لسانی سطح پر بھی ایسے لہجے کو یا شعریات کو پروان چڑھایا جو متاثر کیئے بنا نہیں رہتا ایسی شعریات کا احساس ہمیں بسملؔ کے ان اشعار کو پڑھتے ہوئے ہوتا ہے۔

گھر میں جب بے گھر رہتے ہیں — روتے بام و در رہتے ہیں

بسملؔ خود سے بھی چھپتا ہوں — شیشے نے چہرا دِکھلایا

ساری فصلیں زہریلی ہیں — کھیتوں میں کیا ناگ دہے ہیں

غزلوں کے علاوہ اچھی خاصی تعداد نظموں کی بھی اِس مجموعے میں شامل ہے۔ موضوعاتی اعتبار سے اِن میں بھی خاصا تنوع ہے مثلاً کچھ نظمیں اگر حُسنِ فطرت (دہرہ گلی کے نام، پیڑ، برف باری، شجر، بہار کا موسم) سے متعلق ہیں تو کچھ سماج میں ہو رہے خون خرابے کو موضوع بناتی ہیں۔ اِن میں ''ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا'' اور ''سرزمینِ کشمیر کے نام'' خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ کچھ سماجی بُرائیوں کے انسداد پر مبنی ہیں جیسے ''سگریٹ نوشی، نقل کے خلاف صدائے احتجاج'' ایک دو نظموں میں اتفاق و اتحاد کی

برکتوں کو موضوع بنایا گیا ہے چند تہنیتی اور رثائی ہیں۔

مجموعی اعتبار سے بسملؔ نے انھیں اچھی طرح نبھانے کی کوشش کی ہے ہاں اُن نظموں میں روانی زیادہ ہے جن کا تعلق حالاتِ حاضرہ سے ہے۔ کچھ نمونے پیش کرتا ہوں۔

راہ گیروں کے تڑپتے ہوئے لاشے دیکھوں

رات دِن خوں میں نہائی ہوئی گلیاں دیکھوں (ہندنامہ)

بادِ صبا و سبزۂ نو رستہ اب کہاں

بارود کا دھواں ہے چناروں کے دیس میں (ایک پہلو۔۔۔۔)

بنے فردوس بر روئے پھر سے چمن میرا

خدایا آگ کے دریا سے کوئی راستہ دے دے (سرزمینِ کشمیر کے نام)

کچھ قطعات بھی ہیں جو عصری مسائل کو موضوع بناتے ہیں۔

مثنوی خیرِ کثیر سے پہلے "سی حرفی" کے عنوان سے اردو کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ اِس صنفِ شعر کے بارے میں چونکہ جناب شہبازؔ راجوروی کا مفصل نوٹ شامل ہے اِس لئے میں اس کے بارے میں سوائے اِس کے اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ بسملؔ نے اسے بھی خوب نبھانے کی کوشش کی ہے۔

مثنوی خیرِ کثیر میں کچھ اخلاقی مضامین یا پند و نصائح کو موضوع بنایا گیا ہے۔ تصوف کی چاشنی نے اشعار کی تاثیر میں اضافہ کیا ہے۔ کچھ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

گھر روشن ہوں بن جاتے ہیں دشمن بھی پروانے

تاریکی میں ساتھ رہیں جو وہ سچے یارانے

تنگی طلبی جیون ساتھی اِس سے نہ گھبرانا
چند لمحوں کے موسم بسملؔ اب آنا اب جانا
محنت کر کے راکھ جو پاؤ اُس کو امرت جانو
لوٹ کھسوٹ کے سیم و زر کو زہرِ قاتل مانو
بدعملوں کی صحبت سے کب فیض کسی نے پایا
کیکر پر انگور چڑھائے ہر گچھا زخمایا
داناؤں نے اِس دُنیا سے کب ہے آنکھ ملائی
اِس کے جال میں جو بھی آیا اُس نے لی رُسوائی
ذاتوں پر جو اتراتے ہیں وہ شیطان کے بھائی
اِن لچروں سے بچ کے رہنا یہ سارے سودائی
رشتے ناتے جھوٹے بسملؔ اِن پر نہ اِترانا
تنہا آئے تنہا رہنا تنہا ہی ہے جانا

اِن اشعار میں بعض ایسے بھی ہیں جن میں ٹھوس تجربات کو بے کم و کاست پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کچھ چہرے ہیں پیارے پیارے ناگ ہیں پر زہریلے
باطن میں ابلیسی ہیں یہ ظاہر میں شرمیلے
جیب رکھو گے بھر کے بسملؔ بنے گا یار زمانہ
خالی جیب اگر ہو جاؤ گھر پر بھی نہ جانا
کوئی ظاہر کوئی باطن روئے خلقت ساری
اِس دُنیا میں کون ہے بسملؔ جو ہے غم سے عاری

جہاں تک شعریات کا تعلق ہے بسملؔ نے اپنے کلام میں اُسی لب و لہجے کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے جو عوام سے قریب تر ہے۔ اِس کی وجہ شائد یہ ہے کہ ان پر پہاڑی اور پنجابی لب و لہجے کا خاصا اثر ہے غزلیات میں البتہ اُنھوں نے اُردو کی کلاسیکی روایت سے ہی خود کو قریب رکھنے کی کوشش کی ہے۔ سادگی، غنایت اور شستگی ایسی خصوصیات اُن کے کلام کو تاثیر کے جوہر سے آراستہ کرتی ہیں۔

مجھے امید ہے بسملؔ کا یہ مجموعۂ کلام پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔



لفظوں کے آس پاس

(ایاز رسول نازکی ۲۵ /مارچ ۲۰۱۰ء جموں)

۲۰۰۴ء کے دوران ریاست جموں و کشمیر کے ایک دُور اُفتادہ اور معاشی اور تعلیمی لحاظ سے نسبتاً کم ترقی یافتہ علاقے پونچھ راجوری کے ضلع راجوری میں حضرت بابا غلام شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام گرامی سے منسوب ایک یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ میری نیک بختی تھی کہ آغاز میں ہی یعنی ۲۰۰۵ء میں مجھے اِس ادارے کے ساتھ منسلک ہو جانے کا موقع نصیب ہوا۔ میں نے پورے دو سال یعنی ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۷ء تک اِس دانش گاہ کے اوّلین رجسٹرار کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ ذاتی طور پر یہ عرصہ میرے لئے اِس لحاظ سے کافی اہم رہا کہ اِس علاقے کو دیکھنے جاننے اور یہاں کے گونا گوں مسائل کو سمجھنے کا موقع نصیب ہوا۔ ساتھ ہی اِن دو اضلاع میں سکونت پذیر دانشوروں، شاعروں، ادیبوں اور فنکاروں کے ساتھ ذاتی مراسم قائم کر سکا۔ یہ علاقے ہر زمانے میں مردم خیز رہے ہیں اور ایک دور وہ بھی تھا جب اِن پہاڑیوں کے درمیان ادب، شاعری، صحافت اور علم کا طوطی بولتا تھا۔ اُردو ادب کے ساتھ کئی بڑے بڑے نام اِن ہی بستیوں میں مشہور و معروف ہوئے۔ بہر حال جب میں اِن علاقوں میں وارِد ہوا تو علم و ادب کی بساط بچھی تھی اور کئی برگزیدہ ادیب اور شاعر اپنی اپنی طرز پر شعر و ادب کی خدمت میں منہمک تھے۔ اِن میں کئی نام ریاستی اور ملکی سطح پر بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اِن حضرات میں خورشید بسملؔ صاحب کا نام نامی بھی شامل ہے۔ بسملؔ صاحب پیشے اور (Commitment) کے اعتبار سے سرتاپا اُستاد ہیں اور اُنہوں نے اپنی پوری زندگی

علم کے نور کو پھیلانے میں صرف کی ہے۔اُن کی مساعیٔ جمیلہ سے ایک خوبصورت دانش گاہ کا قیام عمل میں آیا ہے جہاں بنیادی اور ثانوی درجے کی تعلیم کا بندوبست ہے۔اُن کے اِس اسکول سے ہزاروں بچے اور بچیاں علم کے نور سے منور ہو کر نکلے ہیں۔یہاں کے فارغ التحصیل طالبِ علموں نے خوب نام کمایا ہے۔خورشید بسملؔ اچھے اُستاد ہی نہیں شعروادب سے بھی گہری وابستگی رکھتے ہیں۔اور ایک اچھے اور معیاری شاعر ہیں۔اِس بات کا احساس مجھے اُس زمانے میں ہوا تھا۔وہ اپنے ادارے میں باقاعدگی کے ساتھ ایک بڑا مشاعرہ کرتے رہے ہیں اِن مشاعروں میں مجھے بھی شریک ہونے کا موقع ملتا رہا۔یہاں انھیں سننے کا موقع بھی نصیب ہوا اور گاہے گاہے رسائل میں بھی اُن کا کلام دیکھنے کا موقع ملتا رہا۔اُن کا ایک باضابطہ ''مجموعۂ کلام'' اِن صفحات کے ساتھ ہی قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔اِن صفحات پر پھیلی ہوئی خالص شاعری کو دیکھ کر میں واقعی دنگ رہ گیا۔جستہ جستہ سننے اور پڑھنے اور یکجا سارا کلام پڑھنے میں تأثر مختلف ہوتا ہے۔اِس بات کا احساس اِس مجموعہ کو پڑھ کر ہوا۔اِس مجموعہ کو دیکھنے سے پہلے میں بسملؔ صاحب کو ایک شاعر سمجھتا تھا مگر ان کا یہ مجموعہ مطالعہ کرنے کے بعد میں انھیں ایک بہت ہی اچھا منجھا ہوا اور سلجھا ہوا شاعر ماننے اور منوانے پر بضد ہوں۔

انھوں نے لگ بھگ سب ہی مروّجہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔اِس مجموعہ میں نظموں اور غزلوں کا خاصا انتخاب شامل ہے۔ان کی نظمیں موضوعاتی ہیں اور سماج میں موجود مسائل سے متعلق ہیں۔وہ نوجوان نسل کی ذہنی نشوونما کے ساتھ ساتھ

اخلاقی قدروں کی آبیاری کا فریضہ انجام دینے کو اہمیت دیتے ہیں۔ ربِ کائنات کی حمد و ثناء اور رسولِ مقبول ﷺ شانِ اقدس میں لکھی گئی نعتیں جہاں شاعری کی عقیدتوں کا واضح اظہار ہیں وہاں وہ شاعر کی شاعرانہ صلاحتوں کا بھی برملا اعلان ہیں۔ حمد و ثنا اور خاص طور نعت کہنے میں بڑے بڑوں کے پسینے چھوٹتے ہیں اور ''بر سرِ تیغ است قلم را'' معاملہ قادرالکلام اساتذہ کے ساتھ بھیر رہا ہے۔ مگر خورشید بسملؔ اپنی خالص محبت، عقیدت اور جذبے کی سچائی اور خلوص کی بدولت اِن مراحل سے کامیابی کے ساتھ گذرتے نظر آتے ہیں اور کہیں پر بھی کسی حرف یا لفظ کو نشان زد کرنے کا موقع نہیں دیتے۔

میں گنہگار ہوں، میں سیہ کار ہوں، بحرِ عصیاں میں مولیٰ گرفتار ہوں
گر نہ مجھ کو بچائے گی رحمت تری، میرے بچنے کا اب کوئی امکاں نہیں

اور پھر نعتِ مصطفےٰ ﷺ میں خورشید بسملؔ وجد میں آ کر گانے لگتے ہیں۔

☆ مدینے کو جانے کے دِن آ رہے ہیں　　مقدر بنانے کے دِن آ رہے ہیں
یہ اشکِ ندامت بھی موتی بنیں گے　　یہ آنسو بہانے کے دِن آ رہے ہیں

☆ اے سوختہ جاں لوگو! طیبہ میں چلے آؤ　　رحمت کی برستی ہے برسات مدینے میں

خورشید بسملؔ کی موزونیٔ طبع کی جولانیاں اُن کی غزلوں کے اکثر اشعار میں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ بسملؔ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور ان دو مصرعوں کی جادو بھری کائنات میں ایسے ایسے طلسم خانے آباد کرتے ہیں کہ ان کی سیر کرنے والا سامع یا قاری دیکھتا جاتا ہے، محظوظ ہوتا جاتا ہے اور اپنی حیرت اور تشفّی کا سامان مہیا کرتا جاتا ہے۔

کامیاب شاعر کامیاب شعر کہتا ہے اور زیادہ کامیاب شاعر کے ہاں ان اشعار کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ یہی حال خورشید بسملؔ کا ہے۔ وہ کامیاب غزل گو شاعر کے زمرے میں رکھے جاسکتے ہیں کیوں کہ اُن کی خال ہی کوئی ایسی غزل نشان زد کی جاسکتی ہے کہ جس میں اچھے اشعار کی تعداد قلیل گردانی جاسکے۔

غزلیات کے تحت درج پہلی ہی غزل کا پہلا ہی شعر اِس بات کا عندیہ دیتا ہے کہ موضوعات چاہے پُرانے ہی ہوں۔ اُنھیں نئے انداز سے کہنے اور برتنے کا سلیقہ ہی اچھے شاعر کی پہچان ہیں۔

میثاقِ ازل مجھ کو کچھ ایسے نبھانا ہے
آندھی میں مجھے جیسے اِک دیپ جلانا ہے
اِدراک ہی بے بس تھا کچھ بھی نہ سمجھ پایا
آنے کا ہے کیا مطلب کیوں لوٹ کے جانا ہے

اساتذہ نے یہی مضمون باندھے مگر اپنے اپنے انداز میں۔

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

اسی غزل کا یہ شعر حیاتِ انسانی کی بے ثباتی کا ایک خوبصورت زاویہ ہے۔

احباب کی قبروں کو کیا دیکھنے آئے ہو
مٹی کے کھلونے تھے، مٹی ہی ٹھکانا ہے

بایں ہمہ خورشید بسملؔ کی غزلوں کا موضوع انسانی زندگی کی بے ثباتی نہیں بلکہ انسانی روح اور دِل کے اندر پھیلے کرب کے بے آب وگیاہ ویرانے ہیں۔ جن کی آبیاری کا کوئی سامان نہیں۔ خورشید بسملؔ نہ تو ترقی پسندوں کا ڈھول پیٹتے نظر آتے ہیں اور نہ ہی جدیدی شبستانوں کی آوارہ گردی میں ہی منہمک دِکھائی دیتے ہیں۔ اُن کی شاعری اور خاص کر اُن کی غزل کی شاعری میں ایک اپنی ہی فضا قائم ہوئی نظر آتی ہے۔ اور یہی شائد اُن کا خاصا ہے یہی بات انہیں اپنے ہمعصروں سے ممتاز کرتی دکھائی دیتی ہے۔

لکیریں کھینچتا رہتا ہوں اکثر! اُبھرتا ہی نہیں ہے کوئی پیکر!!

سمندر خامشی کا شش جہت ہے اُبھرتا، ڈوبتا رہتا ہوں اکثر!

مری آنکھوں میں ہے خوابِ پریشاں عجب ہے میری بیداری کا منظر!

یہ رنگ بسملؔ کا سب سے خوبصورت رنگ ہے۔ ان اشعار میں اور اس قبیل کے دیگر اشعار میں یہ شعور اور لاشعور کے درمیانی فاصلوں کی جادۂ پیمائی کی سعی ایک کے بعد ایک منظر اور ایک کے بعد ایک پیکر تراشنے میں کامیاب اور کامران ہو جاتی ہے۔

مجھکو ریگِ دشت سا تشنہ رکھا اور سمندر کا پتہ دیتا گیا

اس کا تھا یہ فن کہ تھی جادوگری ساری خوشیاں لے کے غم دیتا گیا

سبز اندر سبز باہر تھا بدن حادثوں کی دھوپ میں جھلسا گیا

خورشید بسملؔ کی غزلوں کا ایک اور رنگ حادثاتِ دہر کی آئینہ بندی کا رنگ ہے ، ریاست پچھلی کئی دہائیوں سے جس خاک وخوں کے دریا کو پار کرنے کی سعی کر رہی ہے اس کا سیدھا سیدھا اثر ہر حساس فنکار پر پڑنا لازمی ہے۔ فنکار کوئی جزیرہ نہیں ہوتا جو سمندر کے

پانی سے گھرا ہوا اور اپنی محفوظیت کو بھرم رکھنے کی عیش پرستی پر قادر ہو، فنکار گرد و غبار کے صحراؤں کے ساتھ منسلک ایک نخلستان ہو سکتا ہے۔ جس پر ریگستان کی ہر ہوا اور اُٹھنے والی ہر یورش کا اثر پڑتا رہتا ہے۔ حالات نے ہمیں جس بے یقینی اور بے ثباتی سے روشناس کرایا ہے اس کی گونج ان اشعار میں صاف صاف سُنائی دیتی ہے۔

کیسی تھی یہ نگاہ جو پتھرا گئی مجھے
یہ کون مجھ کو نقش بادیوار کر گیا

دیوار و در کی قید میں محفوظ تھا بہت
کھڑکی کھلی تو مجھ پہ کوئی وار کر گیا

خبروں کا موقع آیا ہے
اپنے رنگ اُڑتے جاتے ہیں

اور اس صورتِ حال کی توجیہات ڈھونڈنے کا مرحلہ بھی سامنے آتا رہتا ہے۔ اور بنیادیں ہی لڑکھڑاتی محسوس ہونے لگتی ہیں۔

چاند سورج میرے کوچے میں کبھی آئے نہیں
غالباً اس شہر کی ہیں ساری تعمیریں غلط

خورشید بسملؔ پل بھر کیلئے حالات سے سمجھوتا کرنے پر بھی راضی نظر آتے ہیں مگر یہ کیفیت بہر حال پل بھر کیلئے ہی ہوتی ہے۔

☆ توڑ ڈالے سب عزائم خامشی میں گم ہوئے
ختم میرے شہر والوں کی ہ شکایت وگئی

☆ خود سے خود کو چھپائے پھرتا ہوں
خود سے ہی مستعار رہوں گویا

☆ غم کی ایسی ہوا چلی بسملؔ
شہر سارا اُداس بیٹھا ہے

مگر خورشید بسملؔ اداسی اور روپوشی کے ان مراحل کو خیر باد کہتے ہیں اور دلدل کو پار کرنے کی سعی بھی کرتے ہیں۔

میں لڑ رہا ہوں بلا توقف   میں گر نہ جاؤں نڈھال ہو کر

اور جو بالائے بام تماشہ دیکھنے میں ہی خوش ہیں ان سے بھی بھڑ جانے میں عار نہیں۔

میں تو اپنی بھول سے دلدل میں آ کر پھنس گیا
دیکھتے ہو تم تماشہ بیٹھ کر بالائے بام
میرے پیارے جگنوؤ تم پھر کبھی آنا اِدھر
میرے کھیتوں میں نہیں آتی ہے اب ساون کی شام

امید و بیم کی یہی کیفیت دراصل شاعری کیلئے موافق ماحول مہیا کرتی ہے اور اِن ہی کیفیات کی آئینہ بندی کرنے میں خورشید بسملؔ کو ید طولےٰ حاصل ہے۔

دروازوں کو بند نہ سمجھو،   لوگ چھپے اندر رہتے ہیں
باغ کی ٹہنی ٹہنی دیکھی،   سہمے سب طائر رہتے ہیں
پریوں نے پیچھا چھوڑا ہے،   ہم بھی اپنے گھر رہتے ہیں

موقع و محل نہیں کہ اِن تعارفی کلمات میں تفصیل بیان کی جائے ورنہ یہ تذکرہ طویل ہوگا۔ اکتفاء اس پر کہ خورشید بسملؔ کا یہ مجموعہ ان کی شاعرانہ قدر و قیمت کا احاطہ کرنے میں بے حد کارآمد ثابت ہوگا اور سچے شعروں کو پرکھنے والے ان اشعار کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

بسملؔ ترے کلام میں پیچیدگی نہ تھی
لفظوں کے آس پاس معانی کو دیکھتا

حمد باری تعالیٰ

حمد ہے سب تری سب ثنا ہے تری، اے خدا تجھ سا کوئی بھی رحماں نہیں
قبر میں تو مرا، حشر میں تو مرا، اے خدا تجھ سا کوئی نگہباں نہیں

میں گنہگار ہوں، میں سیہ کار ہوں، بحرِ عصیاں میں مولیٰ گرفتار ہوں
گر نہ مجھ کو بچائے گی رحمت تری، میرے بچنے کا اب کوئی امکاں نہیں

علم آسان کر جہل کافور کر، دور دُنیا سے شیطان کا جال کر
راہ سیدھی دِکھا ساری دُنیا کو تو، اِس سے بڑھ کر کوئی اور احساں نہیں

چار سو ظلمتیں، نفرتیں، شورشیں، حق کی خاطر ہیں یاں بن رہی سازشیں
رحمتِ حق ذرا ناؤ کو تھامنا، کوئی طوفاں ترے پیش طوفاں نہیں

کیسے بسملؔ حزیں تیرے دربار میں، سر میں سودا لئے، غرق افکار میں
یوں تڑپتا رہے، یوں ترستا رہے تیری رحمت کے ہرگز یہ شایاں نہیں



اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا

کون تیرے سوا، اے خدا، اے خدا

ماہ و انجم ترے ، عرشِ اعظم ترا

بحر و بر ہیں ترے ، فرش خاکی ترا

سب ترا، سب ترا، سب ترا، سب ترا

اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا

اِک نظر کر اِدھر ، دیدے اِذنِ سحر

راستہ بھی دِکھا ، مختصر کر سفر !!

ہاتھ تیرے بقا، ہاتھ تیرے بقا

اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا

بچ گیا غم سے وہ ، ٹل گئیں آفتیں

آگیا در پہ جو مل گئیں منزلیں

مجھ کو بھی ہو عطا، مجھ کو بھی ہو عطا

اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا

بارگہہ میں تری ، ہوگئی حاضری

اپنے بسمل کو دے اِک نئی زندگی

سن لے اس کی دعا، سُن لے اس کی دعا

اے خدا، اے خدا، تو بڑا، تو بڑا



اے خدا ہے یہ سب کمال ترا
شش جہت حسن بے مثال ترا
جو بھی میرا ہے سب ہی تیرا ہے
میری یہ جان ، اور مال ترا

بحر و بر سب فنا کی جانب ہیں

صرف ہے نام لازوال ترا

کس طرح میں کروں شکر اے خدا تیرا
کائنات کو کیسے اُتاروں ذرّے میں؟
بتا!!!
سمندروں کو سیاہی میں کس طرح بدلوں؟
درختوں سے کیسے بناؤں قلم؟
ہزاروں ہاتھ میں لاؤں کہاں سے ربِ جلیل؟
ملے گا ورق کہاں سے کہ جس پہ لکھوں کچھ؟
قیامِ جامعہ کا تذکرہ عظیم ترین

مجھے تو شکر کے الفاظ ہی نہیں ملتے

مجھے تو شکر کے الفاظ ہی نہیں ملتے

نوٹ :- ۱۵ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی کے دوسرے یومِ تاسیس پر یہ نظمِ شکرانہ لکھی گئی اور تقریب میں پڑھی بھی گئی۔



ساری ہے حمد تیری ساری تری ثنا ہے
رحمت کی تیری بے شک کوئی نہ انتہا ہے

راہِ ھدیٰ کا ہم کو انعام تو عطا کر
ارض و سما کے مالک تیرا ہی آسرا ہے

تجھ سے ملی بشر کو منزل بھی آگہی بھی !
ظلماتِ یاس میں تو امید کا دیا ہے !!

علم و عمل کی مشکل آسان کر خدایا !
اعلیٰ شعور دیدے اپنی یہی دُعا ہے

ہم سب ہیں تیرے بندے مالک ہے تو ہمارا
''راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہے''

نوٹ :-۴/اگست ۱۹۸۶ء کو علیل والد محترم سے میں نے اُن کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواباً فرمایا ''راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہے'' اسی کی طرح میں یہ حمد لکھی گئی ہے۔



تعریف تری ساری
سارے جہانوں پر
تیرا فیض رہے جاری

جو چاہے بناتا ہے
تو ہی ڈبوتا ہے
تو ہی پار لگاتا ہے

دن ہو گا قیامت کا
تیری بلندی کا
اور میری ندامت کا

رنگ تیرے نیارے ہیں
تیرے سبھی موسم
سب تیرے نظارے ہیں

اِک تیرا سہارا ہے
ناوَ مری تو ہے
اور تو ہی کنارہ ہے

راہ سیدھی چلا مجھ کو
جن سے خفا تو ہے
تو اُن سے بچا مجھ کو



مناجات

صرف تجھ کو ہی دوں صدا مولا
تجھ سے ہے یہ مری دُعا مولا

مدتوں سے ہے آرزو میری
حجِ مقبول پہ بلا مولا

شامِ بطحا نصیب کر مجھ کو
اور طیبہ میں تو جگا مولا

میری منزل قریب تر کر دے
راہ سیدھی مجھے دِکھا مولا

سارے در بند ہوں تو کیا پرواہ
باب اپنا تُو رکھ کھلا مولا

پاک ، بھارت میں دوستی کر دے
میرے کشمیر کو بچا مولا

برگِ گُل پہ رہے بہار سدا
باغ رکھنا ہرا بھرا مولا

دست بستہ ہے ملتجی بسملؔ
میرے افسرؔ کو دے شفا مولا

ؔ برادرِ محترم اقبال نازش صاحب کا بیٹا



نعتہائے رسولِ مقبول ﷺ

مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے
ڈوبتوں کا کنارہ وہی ہے ،بے کسوں کا سہارا وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

ربِّ عزت سے ہم کو ملایا ،راستہ گمرہوں کو دکھایا
جس نے ہم کو سنوارا وہی ہے ،جس نے ہم کو نکھارا وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

ظلمتیں سب مٹا دیں جہاں کی روشنی کے سمندر بہائے
چاند سورج ہیں دربان جس کے عرشِ اعظم کا تارہ وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

آؤ آؤ مدینے چلیں ہم ، پیاس قلب و نظر کی بجھانے
لطفِ فردوس ملتا ہے جس جا ، سچ تو یہ ہے نظارہ وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے ، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

اِک حقیقت یہ کہہ دینگے بسملؔ،کوئی مانے اسے یا نہ مانے
میرے آقا کو چاہا ہے جس نے میرے مولیٰ کا پیارا وہی ہے
مصطفیٰ جانِ عالم پہ صدقے، بس وہی ہے ہمارا وہی ہے

ہزاروں انجم ہیں کہکشاں میں
نہ تجھ سا کوئی مگر ستارہ
نہ تجھ سا کوئی مگر ستارہ

☆ہے تو ہی یٰسیں ، تو ہی مزمل
ہے تو ہی طٰہٰ ، تو ہی مدثر
تیرے ہی چرچے ہیں لامکاں میں
بشر تو اِک لا مثال ایسا
خدا نے جس پہ قرآں اُتارا

☆یہ کار گاہِ حیات ساری
ترے لئے ہی رواں دواں ہے
ترے لئے ہی رونقیں ہیں ساری
ترے لئے ساری رفعتیں ہیں
ترے لئے یہ جہان سارا

☆تمام بندے تھے گردشوں میں
تھے ظلمتوں میں ، تھے اُلجھنوں میں
نہ کوئی ساتھی نہ کوئی رہبر
نہ کوئی جادہ نہ کوئی منزل
بس ایک ناؤ تھے بے کنارہ

☆ہمیں خدا سے ملایا تو نے
گرے ہوئے تھے ، اُٹھایا تو نے
سلیقہ بخشا ہے زندگی کا
شعور پایا ہے بندگی کا
یہ حق ہے بس تو نے ہی نکھارا

☆تو ذکرِ فکرِ رسول ﷺ کر لے
یہ تیرے بس میں نہیں ہے بسمل
تو ہے تو کیا کمتریں نہیں ہے
وہ اِک سمندر ....
نہیں ہے جس کا کوئی کنارہ

مدینے کو جانے کے دن آ رہے ہیں
مقدر بنانے کے دن آ رہے ہیں
خوشا یہ سعادت کہ آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے در پر
غمِ دل سنانے کے دن آ رہے ہیں
یہ حسرت تھی مدت سے بطحا کو دیکھیں
یہ حسرت مٹانے کے دن آ رہے ہیں
اجی خانۂ کعبہ کی رعنائیوں میں
دل و جاں سجانے کے دن آ رہے ہیں
سبھی اُلجھنیں ہم یہیں چھوڑ جائیں
کہ سب کچھ بھلانے کے دن آ رہے ہیں
جہاں رحمتوں کا نزولِ مسلسل
وہاں جانے آنے کے دن آ رہے ہیں
جہاں بادشاہ خاکروبی ہیں کرتے
وہاں سر جھکانے کے دن آ رہے ہیں
نہائیں گے زمزم سے، زمزم پئیں گے
شفایاب ہونے کے دن آ رہے ہیں
زیاں ہی زیاں ہر قدم پر ہوا ہے
پر اب کچھ کمانے کے دن آ رہے ہیں
یہ اشکِ ندامت بھی موتی بنیں گے
وہ آنسو بہانے کے دن آ رہے ہیں
کرو شکر بسملؔ خدائے جہاں کا
امیدیں بر آنے کے دن آ رہے ہیں

دل کے تو بدلتے ہیں حالات مدینے میں

کچھ اور ہی ہوتے ہیں جذبات مدینے میں

اللہ کی عنایت سے میں دوڑا چلا آیا

آنے کی نہ تھی ورنہ اوقات مدینے میں

اے سوختہ جاں لوگو! طیبہ میں چلے آؤ

رحمت کی برستی ہے برسات مدینے میں

گر قربِ محمد (ﷺ) کا تحفہ تو مجھے دے دے

مل جائے گی جنت کی سوغات مدینے میں

وہ جس کی ثناء خواں ہے خود شانِ خداوندی

جس سے ہے جہاں روشن وہ ذات مدینے میں

بسملؔ سے نہ پوچھو تم رودادِ سفر یارو

تم کو بھی خدا دے دے اِک رات مدینے میں

نوٹ:- سال ۸-۲۰۰۷ء میں حجِ بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اور مدینۂ طیبہ کی حاضری کے موقع پر مسجدِ نبوی شریف میں گنبدِ خضریٰ کے سامنے بیٹھ کر یہ کلام تخلیق ہوا۔



رہبرِ عالم ، ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
بعدِ خدا تو سب پہ مقدم صلی اللہ علیہ وسلم
شمس و قمر ہیں تجھ پر قرباں
جن و ملائک تیرے درباں
''تیرا ثنا خواں عالم عالم صلی اللہ علیہ وسلم''
بے مثل دیکھی زیبائی تیری
بے مثل پائی گویائی تیری
تیرا ہی کوثر ، تیرا ہی زم زم صلی اللہ علیہ وسلم
سب نبیوں میں تو ہے افضل
شان ہے تیری کامل و اکمل
ذاتِ ہے تیری خیرِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم
تیرا سراپا ہے یکتائی
شجر و حجر دیں اِس کی گواہی
ارض و سما میں تیرا دم خم صلی اللہ علیہ وسلم
تجھ سے زمیں ہے تجھ سے زماں ہے
تیرے لئے ہی سارا جہاں ہے
عرشِ بریں پر تیرا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
قعرِ مذلّت میں تھا انساں
تو نے بنایا صاحبِ ایماں
درد کا تو نے بخشا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم
بسمِلؔ پھر سے طیبہ جاؤں
جا کے وہاں ، نہ لوٹ کے آؤں
گنبدِ خضریٰ دیکھوں ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم

جب سے دیکھا ترا آستاں　　مل گیا جیسے سارا جہاں
تاج آنکھوں میں جچتے نہیں　　دیکھ کر تیرا سادہ مکاں

عرش پر تیری محفل سجی　　جست میں تیری کون و مکاں
تیری عظمت ہو کیسے بیاں　　میں ہوں بے بس، ہے تو بے کراں

حق ادا زندگی کا کروں　　تجھ پہ صدقے مرا مال و جاں
مرکزِ آرزو تو رہے　　ورنہ سارا زیاں ہی زیاں

میں ہوں خورشید، احمد ہے تو　　آگ پر جیسے ہو سائباں
حشر تک اب کوئی ڈر نہیں　　میرا بے مثل ہے پاسباں

ذکر طیبہ یا بطحا سُنیں　　جن کے کوچے ہیں باغِ جناں
کُو بکُو نور ہی نور ہے　　جیسے دھرتی پہ ہو کہکشاں

نعت لکھی تو بسملؔ لگے
شش جہت جیسے ہو گلستاں

عظمتِ رمضان

رحمتوں ، برکتوں کا خزینہ ہے تو
کیا مبارک مہینہ ہے تو

چار سو نور کی بارشیں دم بدم
تاجِ خیرالوریٰ کا نگینہ ہے تو

سنگ ریزے ہیں کندن ترے ہاتھ میں
انبیاءؑ ، مرسلیںؑ کا قرینہ ہے تو

عرش پر روزہ داروں کا ذکرِ جمیل
رفعتوں ، عظمتوں کا وہ زینہ ہے تو

بحرِ عصیاں سے بچ کر نکل جائیں گے
عاصیوں کیلئے وہ سفینہ ہے تو

اہلِ دل کی نگاہوں کا تو نور ہے
باغیوں کیلئے دردِ سینہ ہے تو

تذکرہ تیرا بسملؔ دوامی کرے
بے پناہ حکمتوں کا دفینہ ہے تو

ماہِ رمضان کی برکتیں

ہدایت کی جانب بلاتا ہے رمضاں
صحیح راہ پہ ہم کو چلاتا ہے رمضاں

سراپا مجسم کرے رحمتوں سے
ہمیں اپنے رب سے ملاتا ہے رمضاں

نمودِ سحر ہو یا شب کی ہو آمد
مبارک مناظر دکھاتا ہے رمضاں

بڑھا کر بصیرت ، عزیمت ہماری
گناہوں سے ہم کو بچاتا ہے رمضاں

دل و جاں سے رمضاں کی راہیں سجاؤ
کہ پیغامِ جنت سناتا ہے رمضاں

قرینے سے ہو صوم کا درک بسملؔ
ہمیں بشرِ کامل بناتا ہے رمضاں

لیلۃ القدر

انوار جس میں پنہاں وہ رات آ رہی ہے
اللہ جس پہ نازاں وہ رات آ رہی ہے

وہ جس کے راستوں کو تکتے تھے شاہِ خوباں
جو شانِ ماہ رمضاں وہ رات آ رہی ہے

جنت کی ساعتیں ہیں جس کا ہر ایک لمحہ
نازل ہے جس میں قرآں وہ رات آ رہی ہے

آئے گی قدسیوں کی بارات آنگنوں میں
اہلِ نظر ہیں شاداں وہ رات آ رہی ہے

راہوں میں ماہ و انجم آنکھیں بچھا رہے ہیں
ہے جس پہ مہر قرباں وہ رات آ رہی ہے

جس کی جلو میں ہو گی برسات رحمتوں کی
ہر درد کی جو درماں وہ رات آ رہی ہے

سوغات آنسوؤں کی بسملؔ تو لے کے آنا
کر دے گی پاک داماں وہ رات آ رہی ہے

دعا

بخش دے میرے مالک خطائیں، سب کو پھر اک نئی زندگی دے
جسم و جاں پاک ہو جائیں اپنے، ایسا تو جذبۂ بندگی دے

آدمی، آدمی سے گریزاں، چار سو وحشتوں کا ہے ساماں
پھول اُلفت کے ہر ہاتھ میں ہوں، ہر طرف دوستی دوستی دے

خونِ ناحق سے رنگیں زمیں ہے، دھرم ہے بستیوں میں نہ دیں ہے
زندہ کر آدمیت کو پھر سے، سب کو پھر جذبۂ آشتی دے

زہر مایا کا ہر سو فضا میں، آگ پوشیدہ بادِ صبا میں
ابرِ رحمت کے ہم منتظر ہیں، چہرے چہرے پہ پھر تازگی دے

علم کے نور سے کر منور، دے ہمیں دولتِ دین و ایماں
اب مٹا ظلمتیں سب جہاں کی، ہر طرف روشنی روشنی دے

ختم ہو کلفتوں کا زمانہ، سلسلہ راحتوں کا چلا دے
جس سے راضی ہو تیری خدائی، اے خدا تو ہمیں وہ خوشی دے

ماں کے حضور نذرانۂ عقیدت

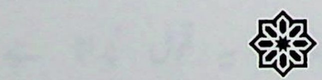
میری امّاں مرے خوابوں کی حقیقت تو ہے
ہوں اگر پھول تو اِس پھول کی نکہت تو ہے

میری امّاں مری سانسوں میں ترے نغمے ہیں
سچ تو یہ ہے مرے لفظوں کی لطافت تو ہے

میری امّاں تجھے دیکھوں تو جہاں کو پاؤں
دِل کی راحت میرے چہرے کی بشاشت تو ہے

میری امّاں مرا ہر کام ہے تجھ سے آساں
میری دولت ،میری عزت، میری شہرت تو ہے

میری امّاں تجھے اللہ نے یہ رتبہ بخشا
سچ تو یہ ہے میری دُنیا مری جنّت تو ہے



غزلیات

میثاقِ ازل مجھ کو کچھ ایسے نبھانا ہے
آندھی میں مجھے جیسے اِک دیپ جلانا ہے

اِدراک ہی بے بس تھا ،کچھ بھی نہ سمجھ پایا
آنے کا ہے کیا مطلب، کیوں لوٹ کے جانا ہے

احباب کی قبروں کو کیا دیکھنے آئے ہو؟
مٹی کے کھِلونے تھے ، مٹی ہی ٹھکانا ہے

جینا کسے کہتے ہیں آخر جو سمجھ آئی
''اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے''

ہے کاوش لاحاصل ، انسان کی ہر کوشش
کہتے ہیں سکوں جس کو اِک خواب سُہانا ہے

اِک کربِ مسلسل ہے ، سب مال و متاعِ دل
لٹتا ہے جو پاتا ہے ، یہ قول پُرانا ہے



لکیریں کھینچتا رہتا ہوں اکثر !
اُبھرتا ہی نہیں ہے کوئی پیکر ! !

سمندر خامشی کا شش جہت ہے
اُبھرتا، ڈوبتا رہتا ہوں اکثر !

مری آنکھوں میں ہے خوابِ پریشاں !
عجب ہے میری بیداری کا منظر !

ہے سارا صحن روشن قمقموں سے
طلاطم ظلمتوں کا گھر کے اندر !

سوا نیزے پہ سورج آ گیا ہے
ہوئی ہے زندگی مانندِ محشر !

بکھیرے قہقہوں کے پھول لبِ گل !
مگر روتا رہا ہے کوئی اندر !



گردِ راہ بن کے فضاؤں میں بکھر جاؤں گا
اور اِک دن میں سمندر میں اُتر جاؤں گا

ہے مجھے سرحدِ ادراک سے آگے جانا
کون کہتا ہے کہ موت آئے گی مر جاؤں گا

پھر ترا کام رہے گا میرے سائے کی تلاش
میں اگر شہرِ تمنّا سے گذر جاؤں گا

مجھ کو احساسِ الم ہائے زمانہ کیوں ہو؟
میں بھی تخریب کی بھٹّی میں سنور جاؤ ں گا

کیسا لگتا ہوں یہ پوچھوں گا میں کس سے بسمؔل
اجنبی آئینے ہونگے میں جدھر جاؤ ں گا



چوم کے پتھر آئینے کو توڑ دیا اِک بالک نے!
اپنے آپ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اِک بالک نے

چمکیلی منزل کی جانب گاؤں سے بھاگا جاتا تھا
مجھ کو آدھے رستے سے ہی موڑ دیا اِک بالک نے

اِک پتھر تھا رستے میں جو روز مجھے ٹھکراتا تھا
اُس پتھر سے میرا رشتہ جوڑ دیا اِک بالک نے

آگے اونچی دیواریں ہیں پیچھے گرد اُڑاتی راہ
کیسے موڑ پہ لا کر بسمل چھوڑ دیا اِک بالک نے

قطعہ

ہے ابھی پھول ابھی شمشیر بنی جاتی ہے
ہے ابھی زہر ابھی اکسیر بنی جاتی ہے

کوئی بھی بات نہیں اس کی یقیں کے قابل
میری میڈم تو کشمیر بنی جاتی ہے





کوئی بادل اس طرف سے کیا گیا
ہر کلی ہر شاخ کو ایطا گیا

مچھلیاں پانی میں جل کر رہ گئیں
اور چٹّانوں کا دل کجلا گیا

مجھ کو ریگِ دشت سا تشنہ رکھا
اور سمندر کا پتہ دیتا گیا

اُس کا تھا یہ فن کہ تھی جادو گری
ساری خوشیاں لے کے غم دیتا گیا

سبز اندر سبز باہر تھا بدن
حادثوں کی دھوپ میں جھلسا گیا





تھا با ضمیر جرم کا اقرار کر گیا
پیچ و خمِ نگاہ کو ہموار کر گیا

کیسی تھی یہ نگاہ جو پتھرا گئی مجھے
یہ کون مجھ کو نقش با دیوار کر گیا

دیوار و در کی قید میں محفوظ تھا بہت
کھڑکی کھلی تو مجھ پہ کوئی وار کر گیا

مجھ کو مرے گناہ کی یوں دے گیا سزا
ہر سانس میری باعثِ آزار کر گیا



بات اپنی تولتے اور بولتے
دیکھتے پتھر زبانیں کھولتے

شہر کی اِن رونقوں سے دور پار
اپنی تنہائی کا دفتر کھولتے

پیکرِ ہستی تھا بسمل بے نظیر
تم جگر کا خون اس میں گھولتے

جھوٹ نکلے خواب سارے ، ساری تعبیریں غلط
سارے اندازے غلط تھے ساری تفسیریں غلط

مجھ کو وہ اَلفاظ کے شیشوں میں کیسے ڈھالتا
اُس کی تدبیریں غلط تھیں ،اُس کی تقریریں غلط

خاک جب ہم ہو گئے تو راز یہ اِفشا ہوا
اُس کے وعدے جھوٹ تھے سب اُس کی تحریریں غلط

چاند ،سورج میرے کوچے میں کبھی آئے نہیں
غالباً اس شہر کی ہیں ساری تعمیریں غلط

رنگ اور خاکوں کے رشتے ٹوٹ جائیں گے سبھی
اور پھر ہو جائیں گی بسملؔ یہ تصویریں غلط



دوستو! کیسے کہوں کیسی قیامت ہو گئی
زندگی جو بھی ملی وقفِ ملامت ہو گئی

ٹہنی ٹہنی پھول خوشیوں کے تلاشے تھے مگر
ہر قدم پر خار پائے اور ندامت ہو گئی

توڑ ڈالے سب عزائم خامشی میں گُم ہوئے
ختم میرے شہر والوں کی شکایت ہو گئی

رات بھر خوابوں نے بسملؔ درد سہلائے بہت
صبح کی پہلی کرن سے پھر عداوت ہو گئی





خود سے میں ہمکنار ہوں گویا
یعنی اپنا حصار ہوں گویا

اُٹھ رہے ہیں دھوئیں کے مرغولے
ایک جلتا سِگار ہوں گویا

بند آنکھوں کا جاگتا منظر
آسمانوں سے پار ہوں گویا

خود سے خود کو چھپائے پھرتا ہوں
خود سے ہی مستعار ہوں گویا

اس طرح اب خموش ہوں بسملؔ
اِک شکستہ ستار ہوں گویا





سورج خوشی سے لال ہوا ڈوب رہا ہے
شائد کہ آج اس کا سفر خوب رہا ہے

کیوں پھینکتے ہو سنگِ ملامت بلا دریغ
اِک دور میں یہ شخص بھی محبوب رہا ہے

جی چاہے جیسے جو بھی کیۓ جاؤ دوستو!
بستی میں کوئی فعل نہ معیوب رہا ہے

دہلی میں وہی بیٹھ کر اب فتوے لکھے گا
کشمیر میں جو کل تلک معتوب رہا ہے

گمنامیوں کے غار میں دفنا دیا گیا
جو کل تلک اس شہر میں مطلوب رہا ہے





جانے کیوں بے حواس بیٹھا ہے
بے بدن بے لباس بیٹھا ہے

آج ہر سمت پھول برسے ہیں
آج وہ آس پاس بیٹھا ہے

کیسے گذرے یہ کہہ نہیں سکتا
ہر کوئی نا شناس بیٹھا ہے

ہے قیامت ابھی کوئی باقی
شخص ہر اِک اُداس بیٹھا ہے

موت جس کو بھی دے گئی فرصت
زہر بھی اُس کو راس بیٹھا ہے

غم کی ایسی ہوا چلی بسمل
شہر سارا اُداس بیٹھا ہے





میں لڑ رہا ہوں بلا توقف ، میں گر نہ جاؤں نڈھال ہو کر
جواب کی جستجو میں بسمل بکھر نہ جاؤں سوال ہو کر

وہ حادثے بھی نظر نے دیکھے یہ معجزے بھی نظر نے دیکھے
کوئی گرا ہے عروج پا کر کوئی اُٹھا ہے زوال ہو کر

نہ رات ہی کا سکوں ہے باقی نہ دن کی راحت رسانیاں ہیں
زمانہ گذرا میں پھر رہا ہوں گلی گلی میں خیال ہو کر



شعر

یہ زرد چہرا ، یہ سرخ آنسو، تیری وفا کی نشانیاں ہیں
یہ شعر و نغمہ ، یہ گیت میرے، تری جفا کی کہانیاں ہیں

اب کے موسم کیا رنگ لایا
ہر گل پر کانٹا اُگ آیا
کیوں آنکھیں ویرانے ڈھونڈیں
کیوں بستی سے جی گھبرایا
اُن سے کچھ باتیں کر لی تھیں
سینے سے پتھر سرکایا
پھر سے بازی ہار گیا وہ
پھر سے اُس نے دھوکا کھایا
میں تحلیل ہوا جاتا ہوں
کیوں سورج چھت میں لٹکایا
مایوسی، محرومی منزل
ہم نے کیا رستہ اپنایا
ممی دونوں ہاتھ ہے خالی
ڈیڈی کچھ بھی ساتھ نہ لایا
کیوں الماری بند رکھی ہے
بچّے کو ہے کیوں ترسایا
دل نے ہم کو روکا تھاما
آنکھوں نے لیکن بہکایا
بسملؔ خود سے بھی چھپتا ہوں
شیشے نے چہرا دِکھلایا

کس لئے رکھا تھا میری داستاں کو ناتمام
کیوں لکھا ہے ریت کی تختی پہ تو نے میرا نام

میں تو اپنی بھول سے دَلدل میں آ کر پھنس گیا
دیکھتے ہو تم تماشہ بیٹھ کر بالائے بام

میرے پیارے جگنوؤ! تم پھر کبھی آنا اِدھر
میرے کھیتوں میں نہیں آتی ہے اب ساون کی شام

آنگنوں میں ڈھیر ہیں کوڑے کے، پھر آجائیں گی
کس لئے کرتے ہو بسمل مکھیوں کو زیرِ دام





کیا بتلائیں اس بستی میں کتنے ہیں دیوانے لوگ
راتوں رات بدل جاتے ہیں جانے اور پہچانے لوگ

رشتے ناتے کچّے دھاگے ان پہ کچھ وشواس نہیں
ہم نے سارے دیکھ لئے ہیں اپنے اور بیگانے لوگ

جانے کس مخمور نگہ نے اِن کو بھی مخمور کیا
پیروں سے دھرتی بھاگی ہے، سوئے ہیں مستانے لوگ

بسملؔ جب محروم ہو موسم سب پنچھی اُڑ جاتے ہیں
جب گھر کے مینار ہوں روشن بنتے ہیں پروانے لوگ

نظم

(نئے سال ۱۹۸۶ء کی آمد پر اہلیہ کے احساسات کی ترجمانی)

سنہ پچاسی جوں توں کر کے گذر گیا
سنہ چھیاسی آیا ہے
جانے بسملؔ صاحب کب آئیں گے؟
چلتے، گیان جوتشی سے ملتے
میں اُس سے پوچھتی
اب کے برس کیسے گذرے گا؟

گھر میں جب بے گھر رہتے ہیں
روتے بام و در رہتے ہیں

دروازوں کو بند نہ سمجھو
لوگ چھپے اندر رہتے ہیں

باغ کی ٹہنی ٹہنی دیکھی
سہمے سب طائر رہتے ہیں

پریوں نے پیچھا چھوڑا ہے
ہم بھی اپنے گھر رہتے ہیں

بسمل اپنی خیر مناؤ
شہر میں اب اجگر رہتے ہیں



شعر

میری زندگی کی نہ بات کر، مرا لمحہ لمحہ عذاب ہے
ذرا حوصلے سے اسے کھولنا، بڑی دُکھ بھری یہ کتاب ہے



ہم نے بھی ہیں دیپ جلائے
ہم بھی دیپک راگ رہے ہیں

پانی ہم پہ کیا برساتے
ہم پتھر میں آگ رہے ہیں

بستی میں کیا آفت آئی
کس جانب سب بھاگ رہے ہیں

ساری فصلیں زہریلی ہیں
کھیتوں میں کیا ناگ رہے ہیں

دیوار و در سوئے بسمل
ہم کیوں لیکن جاگ رہے ہیں

اشعار

سالہا سال لگے ہوں جنہیں گرنے کیلئے
وقت درکار ہے پھر اُن کو سنبھلنے کیلئے

سبز پتوں کو ذرا زرد تو ہو لینے دو
پھر ہواؤں سے کہو زور سے چلنے کیلئے

وہ جو جذبات کے گھوڑے پہ بہت بھاگا تھا
روز و شب سوچتا ہے راہ بدلنے کیلئے



سب منظر بکھرے جاتے ہیں
نقشے سب اُڑتے جاتے ہیں

پاؤں میں پہیئے پہنا کر
مرد و زن بھاگے جاتے ہیں

خبروں کا موقعہ آیا ہے
اپنے رنگ اُڑتے جاتے ہیں

جیون اِک مکڑی کا جالا
ہر لحظہ اُلجھے جاتے ہیں

بسمؔل پیارے پیارے لمحے
ہم سے کیوں بچھڑے جاتے ہیں





دادی ماں لوری گاتی ہے
سب بچوں کو بہلاتی ہے

شام اندھیرے چھوڑ گئی ہے
دیکھیں صبح کیا لاتی ہے

پھر سورج آشا کا چمکا
پھر سے نیند اُڑی جاتی ہے

نس نس میں کیا زہر گھلا ہے
یہ کیا شے مجھ کو کھاتی ہے

بسملؔ بازاروں کو دیکھا
کوئی چیز نہیں بھاتی ہے



جہاں ہمارا سبھی جہانوں سے غالباً بے مثال ہو گا
ہیں جس قدر امتحاں ہمارے کسی کے ہونگے محال ہو گا

ہے آب و گل کا جہان فانی، یہاں کی ہر شئے ہے آنی جانی
سفر ہے سوئے عروج جس کا ابھی وہ سوئے زوال ہو گا

سڑک یہ ساری نہیں ہے اپنی یہاں تو اوروں کو بھی ہے چلنا
تمہاری گاڑی کدھر چلی ہے جگہ جگہ پر سوال ہو گا

خبر نہیں تھی کہ روز و شب کا عذاب لامنتہا رہے گا
بدن بنے گا جھلستا صحرا بمثلِ مجنوں خیال ہو گا

جو ہٹ گیا تیرے راستوں سے کبھی بھی منزل نہ پا سکے گا
وہ بدنصیب ، بے مراد راہی قدم قدم پر نڈھال ہو گا

خطا کروں گا، سزا ملے گی نہیں ہے اس میں کوئی تعجب
عجب تو یہ ہے تمہارے ہوتے ہمارا بھی ایسا حال ہو گا

ہے عشق و مستی وہ روگ بسملؔ سلگتی رہتی ہے زندگانی
جو اس قیامت سے بچ کے نکلا بلا شبہ با کمال ہو گا



زانو پہ سر رکھے ہوئے کیا سوچتے ہیں لوگ
کیسی رُتوں کے راستے اب دیکھتے ہیں لوگ

جن سے عروسِ وقت کی چادر چمک اُٹھی
اُن موتیوں کو خاک میں کیوں رولتے ہیں لوگ

چہرے پہ بد نما سی یہ تحریر کیا لکھی
بس اِک نظر ہی دیکھتے اور بھاگتے ہیں لوگ

سڑکوں کو کاٹ کاٹ کر چھوٹا تو کر دیا
آفت ہے سر پہ کیا گری کیوں بھاگتے ہیں لوگ

لو ! چاند تارے آگئے راحت بکھیرنے
گلریز چھت کے سائے میں کیوں جاگتے ہیں لوگ





بے قاعدہ ہی زیست کا ہے کارواں چلے
کچھ بھی خبر نہیں ہے کہاں تھے کہاں چلے

اِک پھول بھی خوشی کا نہ آنگن میں کِھل سکا
موسم گلوں کا ہم سے کیوں دامن کشاں چلے

مجبوریوں کے جال سے باہر نہ آسکے
اے جانے والے! ہم سے کیوں، تم بدگماں چلے

ہم کیا ہلالِ عید کے منظر تلاشتے
ہم سے زمانہ آجکل نا مہرباں چلے

میں چلچلاتی دھوپ میں اِک پل بھی نہ رکوں
ہمراہ تیری رحمتوں کا سائباں چلے

چہرے گلاب رنگ ہوں اور لب ہوں گلفشاں
خوشبو اُڑاتا سڑک سے اِک کارواں چلے

نبیلؔ اُسی کی ذات ہے عصاءِ زندگی
ہم جس مقام پر رکے اور ہم جہاں چلے





''میں کاغذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں''
دلِ مضطر کی خاطر کیا سے کیا منظر بناتا ہوں

جنوں کی بالا دستی اُس جگہ پر کھینچ لائی ہے
کہ مسجد کو گرا کر اِس جگہ مندر بناتا ہوں

بصیرت لُٹ گئی میری، بصارت کام نہ آئی
غضب ہے راہزن کو اپنا میں رہبر بناتا ہوں

ابھی بلوائی آئیں گے ابھی گھر منہدم ہونگے
میں بھارت کی زمیں پہ کس لئے کوئی گھر بناتا ہوں

اُدھر تیرے ستم کا سلسلہ رکنے نہیں پاتا
اِدھر سینے کے اندر میں بھی دِل پتھر بناتا ہوں

ہمارے شہر کی دیوار پہ جو لکھ گیا بسملؔ
میں اس تحریر کے ہر حرف کو دفتر بناتا ہوں





افسردہ روح درد سے ٹوٹے ہوئے بدن
کیسے ہیں میرے لوگ یہ کیسا مرا وطن

آدمؑ کی سلطنت میں کیا حادثہ ہوا
دھرتی ہوئی اُداس ہے اور رو رہا گگن

تھے لوگ ناتواں یا لمبی مسافتیں
ہر شخص کہہ رہا ہے ہائے تھکن تھکن

عشق و وفا کے تذکرے پارینہ داستاں
صحرا رہے نہ قیس ہی شیریں نہ کوہکن

جھوٹا سہی مگر رکھیں چہرا کِھلا ہوا
دل توڑ دیتی ہے کئی، ماتھے کی اک شکن

چہروں کے رنگ روپ پہ بسملؔ نہ جایئے
جل بھن چکے ہیں سارے ہی اندر سے گُل بدن



تم ہر اِک سے جھک کے ملا کرو، تم ہر اِک کی بات سُنا کرو
جنھیں قول و فعل میں فاصلے، اُنھیں فاصلوں پہ رکھا کرو

یہاں سانحات کی بجلیاں، یہاں حادثات کی بدلیاں
ہے یہ زندگی بڑی پُر خطر، بڑے ہوش سے تم چلا کرو

نہیں اُن سے مجھ کو کوئی گلہ، جنھیں خیر و شر کا نہیں پتہ
جنھیں ہوش مندی کا زعم ہے، انھیں دور ہی سے ملا کرو

کہاں رُکنا ہے کہاں چلنا ہے، بڑا اُلجھا سا یہ سوال ہے
تمھیں سچی بات کہے چلوں، کہ تلاشِ حق میں رہا کرو

میرے بچو! سن لو یہ غور سے، ملیں جب بزرگوں کی محفلیں
ذرا چشمِ عبرت سے کام لو، انھیں گوشِ دل سے سُنا کرو

آنکھوں میں تیرتے ہوئے پانی کو دیکھتا
ٹھنڈے بدن میں خوں کی روانی کو دیکھتا

اِک روز لوٹ آئے گا مجھکو یقین ہے
مٹھی میں بند میری نشانی کو دیکھتا

اے کاش ہنستی کھیلتی چڑیاں ملیں مجھے
خوشبو اُڑاتے رات کی رانی کو دیکھتا

بسمؔل ترے بیان میں پیچیدگی نہ تھی
لفظوں کے آس پاس معانی کو دیکھتا

نظم

روز سورج آتا ہے
روز سورج جاتا ہے
آتے جاتے میرے نام اِک خط دے جاتا ہے
میں اِس کے لفظوں میں گم ہو جاتا ہوں
میرے بچے طاہر، رانی، روزی، پنکی آتے ہیں
مجھ کو اپنی دنیا میں لوٹاتے ہیں

☆ ☆ ☆



چھو لے تُو تو شہد سا میٹھا دریا ہوں
ورنہ میں اک جلتی آگ کا صحرا ہوں

اب بہتر ہے خوابوں میں نہ آؤ تم
اِک مدت کے بعد میں گھر میں آیا ہوں

خوشیوں کا تو تاج محل ہی ٹوٹ گیا
پھر کس منظر کو مُڑ مُڑ کر تکتا ہوں

بستی والو! اب تم مجھ کو اپنا لو
اب تو سچ کہنے سے میں بھی ڈرتا ہوں

آئینے تو خود بھی میلے میلے ہیں
پوچھوں کس سے بسمل کیسا لگتا ہوں



آ گہی کی آنچ پہ اب کھولتا رہتا ہوں میں
بند آنکھیں کر کے اکثر سوچتا رہتا ہوں میں

کرشمہ سازی دیکھئے تو کاتبِ تقدیر کی
ساحلوں پہ آ کے اکثر ڈوبتا رہتا ہوں میں

نقش شائد ہی کوئی اُبھرے گا اب قرطاس پر
خونِ دل رنگوں میں یوں ہی گھولتا رہتا ہوں میں

ہر طرف ہے ہُو کا عالم سہمے سہمے ہیں سبھی
شب گزیدہ شہر میں کیا ڈھونڈتا رہتا ہوں میں

بھاگتی جاتی ہیں سانسیں بیٹھتا جاتا ہے دل
لحظہ ' ریزہ ریزہ ' ٹوٹتا رہتا ہوں میں

ہو گیا بے سمتیوں کی نذر بسمل غالباً
راہِ گم گشتہ سا اسکو دیکھتا رہتا ہوں میں



دشمنوں سے آپ مت گھبرایئے
کام سچائی سے کرتے جایئے

اُلجھنوں سے بچ کے رہنا ہے اگر
پاؤں چادر دیکھ کر پھیلایئے

اب کہاں ہے شہر میں شامِ غزل
شامِ ہوتے ہی گھروں کو آیئے

تبصرے خبریں عذابِ جان ہیں
اب کوئی میٹھا سا نغمہ گایئے

اچھی قدریں ہی ہماری شان ہیں
ایٹمی طاقت پہ نہ اِترایئے

قلب اِن کے سنگِ خارا پاؤ گے
چاند چہروں سے نہ دھوکہ کھایئے

راہ تکتے تھک گئے ہیں جسم و جاں
آیئے میرے حضور اب آیئے

نہ ہے دھرتی نہیں گگن میرا
دوستو! کیا یہی وطن میرا

بات کرنے کو جی ترستا ہے
فکر کیسی کہاں سخن میرا

پیڑ سب منتظر بہاروں کے
زردیوں میں اٹا چمن میرا

روح بھی اب تھکی سی لگے
ریزہ ریزہ لگے بدن میرا

روز و شب خامشی میں کٹتے ہیں
اب کہاں ہے وہ بانکپن میرا

زندگی کو کہاں سمجھ پاتا
میلا میلا رہا ہے من میرا

چند ہی لوگ ساتھ چل پائے
بے مزہ غالبًا چلن میرا

جب سے تجھکو چھوا ہے ہونٹوں نے
شہد سا ہو گیا دہن میرا

کوئی محظوظ ہو نہ ہو بسملؔ
مجھ کو اچھا لگے ہے فن میرا

جن پھولوں کو سونگھا ہم نے ، ان میں بو اور باس نہیں
رنگ سنہرے ، بھینی خوشبو ہمکو بھی اب راس نہیں

محفل سے میں گھبراتا ہوں ، تنہائی سے خوف لگے
دل کی نگری سونی سونی جینا بھی کچھ خاص نہیں

شام سویرے کے سب منظر دھندلے دھندلے لگتے ہیں
مستی ، موج ، مزے ، مسکانیں کچھ بھی میرے پاس نہیں

آگ کے صحرا میں چلتے تھے آس لگائے پانی کی
اب جو ساگر تٹ پر پہنچے تو ہم کو کچھ پیاس نہیں

آشاؤں کی بھول بھلیّوں میں سندر سنسار رہے
بسملؔ وہ کیا جیوت ہوگا جس کی کوئی آس نہیں





اس قدر دیوار حائل کیوں ہے انسانوں کے بیچ
ہو نہ ہو شائد چلا آیا ہوں، ویرانوں کے بیچ

کُو بکو، یاں زندہ لاشوں سے ہے ٹکراتی نظر
زندگی دشوار ہے اب ان سیہ خانوں کے بیچ

مے کشی کی رسم اُمراء نے بدل دی آجکل
خونِ انساں دیکھتا ہوں اِن کے پیمانوں کے بیچ

شمع اُلفت کی بجھی تو بجھ گئی شمع حیات
شور یہ سننے میں آیا، آج فرزانوں کے بیچ

بے خبر شیخ و برہمن کو نہ آئے موت کیوں
ہیں مصائب کا یہ باعث آج انسانوں کے بیچ

آج بسملؔ رنگِ محفل اس طرح پاتا ہوں میں
جیسے پہلی بار آیا ہوں میں انجانوں کے بیچ





شبِ ظلمات میں نورِ سحر کرنا بھی آتا ہے
ہمیں ذرّوں کو خورشید و قمر کرنا بھی آتا ہے

زمانے کے بدلتے تیوروں نے ہم کو سکھلایا
زمین و آسماں زیر و زبر کرنا بھی آتا ہے

اگر آدابِ محفل تم بدل دو گے تو اچھا ہے
ہمیں محفل کو ورنہ منتشر کرنا بھی آتا ہے

اُسے تو آدمی بن کر کہیں رہنا نہیں آیا
اگرچہ چاند سے آگے سفر کرنا بھی آتا ہے

بہاروں سے ملے ہیں زخم ہم کو بار ہا بسملؔ
خزاں آلود لمحوں کو بسر کرنا بھی آتا ہے





لفظوں نے جب ساتھ ہے چھوڑا' کیا بولیں گے دل کی بات
ایسا ہم نے کھیل ہے کھیلا' کھا گئے اپنے ہاتھوں مات
بے موسم کے موسم دیکھوں' بے ذوقی کے راگ سنوں
کیا ملہار کوئی اب چھیڑے' اب نہ آئے گی برسات
ایک زمانہ بیت گیا ہے تارے گن گن رین کٹے
تم جب آؤ لیتے آنا نیندوں کی سوغات

اشعار

غموں کی دھوپ ہے، صحرا ہے اور تنہائی
نحیف جان پہ اب کے یہ کیسی بن آئی
پھنسا ہے زیست کے پنجے میں اس طرح بسمل
ہر ایک سانس میں رقصاں قضا نظر آئی



حصہ نظم

(ہند نامہ)

پھول بکھرے ہوئے مسلی ہوئی کلیاں دیکھوں
گلشنِ ہند کی روتی ہوئی چڑیاں دیکھوں

راہ گیروں کے تڑپتے ہوئے لاشے دیکھوں
رات دن خوں میں نہائی ہوئی گلیاں دیکھوں

سارے عالم نے جہاں پایا ہے محبت کا وجود
ہائے اُس دیس میں چلتی ہوئی چھریاں دیکھوں

ذرّہ ذرّہ تھا ضیا پوش ، ضیا بار جہاں
اب اُسی شہر کی بُجھتی ہوئی بتّیاں دیکھوں

حق و باطل میں یہاں کوئی بھی تفریق نہیں
اپنے آئین کی اُڑتی ہوئی دھجّیاں دیکھوں



اساتذہ کے نام

تو نور کا اِک پیالہ ہے
ظلمات مٹانے والا ہے
رونق ہے بزمِ ہستی کی
عقبیٰ کو بنانے والا ہے

محلوں میں عام مکانوں میں
چوباروں میں تہہ خانوں میں
بازار کی رونق ہے تجھ سے
تو کھیتوں میں کھلیانوں میں

تو مشکل کو آسان کرے
حیوانوں کو انسان کرے
مٹی بھی تجھ سے سونا ہے
پُر خار کو بھی ریحان کرے

تو قلم بھی ہے تلوار بھی ہے
اور قوموں کی دستار بھی ہے
ہر مندر تجھ سے زندہ ہے
مسجد کا تو مینار بھی ہے

تو پیار و فا کی مورت ہے
تو صبر و غنا کی صورت ہے
افعال ترے لاثانی ہیں
تو سرتا پا اِک رحمت ہے

لیکن ــ ــ ــ ــ ــ ــ

پہلی سی اب وہ بات کہاں
تو رحمت کی سوغات کہاں
اُستاد تو اب اِک دھندا ہے
وہ حرص و ہوس کا بندہ ہے
ٹیوشن کا بازار ہے وہ
اب کون کہے غم خوار ہے وہ
اب ڈیوٹی سے وہ غافل ہے
خود ڈوب رہا جو ساحل ہے
پی ایچ ڈی اس کی ڈگری ہے
تقدیر مگر کیا بگڑی ہے
سب ملنے سے کتراتے ہیں
اپنے بھی تو ٹھکراتے ہیں
یہ سانحہ سب سے بدتر ہے
اب ٹیچر سے وہ لیڈر ہے
اب اللہ ہی احسان کرے
اُستاد کو پھر ذیشان کرے

❁❁❁❁

ترانہ

ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے فلک سے ہم ستارے توڑ لائیں گے
ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے

محبتوں کے ہم دیئے جلائیں گے الاؤ نفرتوں کے ہم بُجھائیں گے
فریبِ رنگ ونسل ہم مٹائیں گے
ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے

سجائیں گے گلی گلی وطن کی ہم کِھلائیں گے کلی کلی چمن کی ہم
وطن میں چار چاند ہم لگائیں گے
ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے

گرے ہوئے ہیں جو اُنھیں سنبھلنا ہے یقین ہے فضاؤں کو بدلنا ہے
سکوں کی بارشوں میں ہم نہائیں گے
ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے

کٹھن اگر ہیں راستے تو غم نہیں ہماری آنکھ مشکلوں میں نم نہیں
نئی طرح جہاں کو ہم سکھائیں گے
ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے

جو طاقتوں کے بل ہمیں جھکائے گا وہ اپنے ہاتھوں اپنا گھر جلائے گا
یہ فیصلہ جہاں کو ہم سنائیں گے
ہر قدم آگے ہم بڑھائیں گے

حجاجِ کرام کی روانگی کے موقعہ پر لکھی گئی نظم

آج جب قافلے حاجیوں کے چلے، چشمِ حسرت سے ہم دیکھتے رہ گئے
اپنے در پر بلائیں گے آقا ﷺ ہمیں، دیر تک ہم یہی سوچتے رہ گئے

جانے والو مبارک ہو حج کا سفر، ابرِ رحمت رہے آپ کا ہمسفر
آپ خوش بخت ہیں منزلیں پا گئے، ہم یونہی زندگی رولتے رہ گئے

جب غلافِ حرم پر نگاہیں پڑیں، عاصیوں کیلئے یہ دعائیں کریں
اپنی عظمت کے صدقے اُنھیں بخش دے، بحرِ عصیاں میں جو ڈوبتے رہ گئے

ہاتھ پھیلے ہوئے، آنکھ پُرنم ہو جب، ارضِ عرفات پر عرش پُرخم ہو جب
حاجیو! اُس گھڑی بھولنا نہ اُنھیں عقدۂ زیست جو کھولتے رہ گئے

آستانِ نبی ﷺ پر ہو جب حاضری ابرِ رحمت کی جب آپ پر ہو جھڑی
لِلّٰہ بسمل کو بھی یاد اُس دم رکھیں سوئے کعبہ جو پَر تولتے رہ گئے

تھنہ منڈی کے ایک سیاحتی مقام

دہرہ گلی

کے نام

اے دہرہ گلی حسن تیرا کتنا بے نظیر
ہو جیسے میرے سامنے فردوس کی تصویر

خوشبو سے لدی ہیں تری پُر کیف ہوائیں
چشموں میں ترے کوثر و تسنیم کی تاثیر

ہے حسن ترا میرے لئے مہتاب سے افضل
تو میرے لئے جیسے کہ رانجے کیلئے ہیر

دشوار بہت ہے تری محفل سے نکلنا
قدموں سے لپٹ آئے تری زلفِ گرہ گیر

بَن تیرے جیسے کسی دلہن کا ہو آنچل
کوہ تیرے مگر مجھ کو نظر آتے ہیں دلگیر

پیڑ

زندگانی ہے ہماری پیڑ سے
ساری آسانی ہماری پیڑ سے

شادمانی کی اگر ہو جستجو
شادمانی ہے ہماری پیڑ سے

پیڑ ہی سے آئے گلشن میں بہار
پیڑ جلتی دھوپ میں دل کا قرار

صحنِ گلشن کی مہک پیڑوں سے ہے
پیڑ کے احسان ہم پر بے شمار

پیڑ ہوں تو سانس آئے بے خطر
پیڑ ہوں تو زہر بھی ہے بے اثر

پیڑ ہوں تو رحمتِ باراں ملے
پیڑ سے شاداب ہیں سب بحر و بر

کھیتی باڑی ہے ہماری پیڑ سے
ساگ سبزی اور کیاری پیڑ سے

کھٹے میٹھے پھل ہمارے پیڑ سے
دال اور کھچڑی ہماری پیڑ سے

خوش نما چڑیوں کا مسکن پیڑ ہیں
شیر اور چیتوں کا جیون پیڑ ہیں

گائے ، بکری ، بھیڑ پلتے پیڑ سے
دودھ لسی اور مکھن پیڑ ہیں

طور کی محفل سجائی پیڑ نے
نوحؑ کی کشتی بنائی پیڑ نے

رام کو پیڑوں نے بخشی تھی اماں
اور گوتم کو رہائی پیڑ نے

پیڑ اپنا یار صبح و شام ہے
پیڑ سے ہر لحظہ ہم کو کام ہے

پیڑ ہر آنگن میں ہونا چاہیے
پیڑ اللہ کا بڑا انعام ہے

پیڑ جو کاٹیں وہ کیا انسان ہیں
وہ تو دنیا کیلیے زُلوانؔ ہیں

اِس زمیں کی رونقیں لوٹیں ہیں جو
درحقیقت وہ بڑے شیطان ہیں

حکم ہے قرآن کا سب سے کہو
شجرِ طیبہ کی طرح زندہ رہو

زندگی بسملؔ بنے گی بے نظیر
پیڑ کے نقشِ قدم پہ تم چلو

ؔ کشمیری بمعنی مصیبت

آنگن واڑی عملہ کیلئے

ترانہ

شہروں اور گاؤں میں لانی ہے بہار
آئی ، سی ، ڈی ، ایس کی پکار

ہے دکھیوں کے واسطے پھولوں کا ہار
آئی ، سی ، ڈی ، ایس کی پکار

پیارے بچے تُو ہے دُنیا کی آنکھوں کا تارا
تُو جو نہیں تو کام جہاں کا مٹ جائے گا سارا

غم نہیں اب خوشیاں ہیں تیری ہزار
آئی ، سی ، ڈی ، ایس کی پکار

بستی بستی میں بیماری کا اب نام نہ ہوگا
شہروں، گاؤں میں بے کاری کا اب کام نہ ہوگا

بے چینوں کے واسطے لائی قرار
آئی ، سی ، ڈی ، ایس کی پکار

عورت کی عزت کی خاطر کام بہت ہے کرنا
اپنے پاؤں پر خود عورت کو ہے آگے بڑھنا

راہیں اِس کے واسطے ہیں بے شمار
آئی ، سی ، ڈی ، ایس کی پکار

اَن پڑھتا کا نام جہاں سے اب ہم نے ہے مٹانا
آنگن واڑی ورکر کو ہے کام یہ خوب نبھانا

سوشل ویلفیئر اور یونسیف کا سنگار
آئی ، سی ، ڈی ، ایس کی پکار



نذرانۂ عقیدت بخدمت سورگیہ راجا رام شرما، کالاکوٹ

ہمارے شہر میں اِک راجا رام ہوتا تھا
وہ جس کو دیکھ کے دِل شاد کام ہوتا تھا

کوئی بتائے کہاں چل دیا، کہاں ہوگا
جو اپنے دور کا اِک خاص نام ہوتا تھا

میں اُس کے تذکرے ہر شخص کو سناؤں گا
میں راجا رام کو ہرگز بھلا نہ پاؤں گا

پہاڑ صبر کا اور خامشی کا ساگر تھا
وہ علم و حلم کا اِک جیتا جیتا مظہر تھا

وہ جس کا تذکرہ لفظوں میں ہو نہیں سکتا
وہ اتنی ڈھیر ساری خوبیون کا پیکر تھا

میں اُس کے گیت ہر اِک انجمن میں گاؤں گا
میں راجا رام کو ہرگز بھلا نہ پاؤں گا

ہمیشہ سچ کا جسے پاسدار دیکھا تھا
ہمیشہ حق کا جسے طرفدار دیکھا تھا

وہ دوستوں پہ جسے جانثار دیکھا تھا
وہ انجمن میں جسے پُر وقار دیکھا تھا

میں ایسے دوست کو اب پھر کہاں سے لاؤں گا
میں راجا رام کو ہرگز بھلا نہ پاؤں گا

سکون شرما کی روح کو تو اے خدا دینا
جہاں کہیں ہو اُسے اپنی تو رضا دینا

ہر اِک عذاب سے مکتی اُسے عطا کرنا
اور اُن کے اپنوں کو تم صبر کی دشا دینا

دعا ہر ایک سے بسمؔل میں یہ کراؤں گا
میں راجا رام کو ہرگز بھلا نہ پاؤں گا

سگریٹ نوشی

سب کہتے ہیں سگریٹ نوشی کام برا ہوتا ہے

سگریٹ نوش کا بالآخر انجام برا ہوتا ہے

خون پسینے کی کمائی دھوئیں میں اُڑ جائے

رحمت گھر سے دور بھگائے ٹی بی گھر میں لائے

عقل کے اندھے کا ہر صبح و شام بُرا ہوتا ہے

سب کہتے ہیں سگریٹ نوشی کام برا ہوتا ہے

سگریٹ کو اب کینسر کا خالق بھی کہتے ہیں

اس کے چاہنے والے اکثر دُکھی رہتے ہیں

سگریٹ نوشوں کا بستی میں نام بُرا ہوتا ہے

سب کہتے ہیں سگریٹ نوشی کام برا ہوتا ہے

سگریٹ نوش کے منھ کی بدبو، بدبو اور پھیلائے

بیوی اِس سے بھاگنا چاہے بچہ پاس نہ آئے

پینے والا خاص ہو یا عام بُرا ہوتا ہے

سب کہتے ہیں سگریٹ نوشی کام برا ہوتا ہے

سگریٹ نوش کا بالآخر انجام برا ہوتا ہے

مرحوم محمد امین گنائی کی وفات پر لکھے گئے مرثئے کے

چند اشعار

دل کا سکون ، نورِ نظر ، جان لے گیا
یہ کون گھر کا ساز اور سامان لے گیا

وہ سرو قد ، ماہ لقا ، کِھلتا ہوا گلاب
جیسے کہ ساری شانِ گلستاں لے گیا

وہ کیا گیا کہ عارفؔ کی دُنیا اُجڑ گئی
ایسا گیا کہ سارے ہی امکان لے گیا

؎ مرحوم محمد امین گنائی کے والد محترم



نذرانۂ عقیدت بخدمت جناب والد محترم مرحوم حاجی محمد شفیع سیٹھ تھنہ منڈی

وفات:-۹ فروری ۱۹۹۰ء بروز جمعۃ المبارک

درد کی وادی سے بابا مجھ کو لوٹائے گا کون؟
میرے بابا بعد تیرے مجھ کو بہلائے گا کون؟

آنکھ میں ٹھنڈک تھی تجھ سے، دل میں تھا تجھ سے قرار
صبح دم نورانی چہرا، مجھ کو دکھلائے گا کون؟

تیرے دم سے گلشنِ ہستی میں تھی فصلِ بہار
میری جاں اب شفقتوں کے پھول برسائے گا کون؟

آپ کی خدمت تھی میرے واسطے وجہہ سکون
میرے سر پر تاج فرزندی کا پہنائے گا کون؟

زندگی تو آپ کی اوراق تھے تاریخ کے
زندگانی کے حقائق مجھ کو سمجھائے گا کون؟

پیٹھ پر وہ تھپکیاں دینا، بڑھانے حوصلے
بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ پھیلائے گا کون؟

ساری ساری رونقیں تھیں گھر میں تیری ذات سے
رحمتوں کی بارشوں سے اس کو مہکائے گا کون؟

تو تھا توقیر قبیلہ راجؔ و مریمؔ کا سکون
ہاتھ سے سر بسملؔ و نازشؔ کا سہلائے گا کون؟

میرے اللہ میرے بابا کی قبر پُر نور کر
صبر کے مرہم سے دل کے درد کو اب دور کر



لوری

پیارے ، پیارے ، آنکھ کے تارے

میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان

تو جو آیا ساتھ میں لایا خوشیوں کے انبار   تجھ کو مبشر کہتا ہوں میں تو ہے دل کا قرار

روشن ، روشن گھر ہے تجھ سے ، تو ہے میری جان

میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان

خوب سمجھ کر لکھنا پڑھنا ، کام سمجھ کر کرنا   خدمت کو ایمان بنانا ، سب کی عزت کرنا

پیارے نبی (ﷺ) کی راہ پر چلنا ، جو ہے عالیشان

میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان

اس دُنیا سے ڈر لگتا ہے ، جسمیں تو ہے آیا   اس تپتے صحرا میں تجھ پر ، اللہ رکھے سایا

میرے مولا میرے بچے پر کرنا احسان

میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان

ھردے شُدھ رکھنا اپنا تو شُدھ رکھنا آشائیں   دھرتی کو ابھیمان ہو تجھ پر برسے آکاش دعائیں

تو چندا ، تو سورج جیسا بننا اِک بلوان

میں تجھ پہ قربان ، میں تجھ پہ قربان



ترانہ بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری

دانش گہہ بابا کا اِک طُرفہ نظارہ ہے
اس نور کے مرکز کا ہر ذرّہ ستارہ ہے

رحمت کی فضا دیکھوں جس سمت نظر جائے — دنیا بھی سنور جائے، عقبیٰ بھی سنور جائے
یہ باغِ اِرم کس نے دھرتی پہ اُتارا ہے
دانش گہہ بابا کا اِک طُرفہ نظارہ ہے

مزدور بھی ہم اس کے، معمار بھی ہم اس کے — اللہ کے کرم سے ہیں سالار بھی ہم اس کے
اس کا تو ہر اِک ذرّہ ہمیں جان سے پیارا ہے
دانش گہہ بابا کا اِک طُرفہ نظارہ ہے

دریائے محبت کو رکھ اِس میں رواں دائم — توحید و رسالت کی ہو اِس میں فضا قائم
سُن لے تو صدا مولا یہ ہم نے پکارا ہے
دانش گہہ بابا کا اِک طُرفہ نظارہ ہے

پرچم تری عظمت کا لہراتا رہے برسوں — آزاد فضاؤں میں بل کھاتا رہے برسوں
یہ راحتِ جاں اپنا، یہ آنکھ کا تارا ہے
دانش گہہ بابا کا اِک طُرفہ نظارہ ہے

یہ عزم ہمارا ہے جس سمت بھی جائیں گے — سب درد کے ماروں کو سینے سے لگائیں گے
دُنیا کو بدل دینگے، پیمان ہمارا ہے
دانش گہہ بابا کا اِک طُرفہ نظارہ ہے

نوٹ:- یہ ترانہ ۱۵ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی کے پہلے یومِ تاسیس پر مفتی محمد سعید وزیرِ اعلیٰ جموں و کشمیر کی موجودگی میں پڑھا گیا۔

ترانہ توحید

توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے
سینوں کو کیا روشن ، ذہنوں کو سجایا ہے
توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے

قرآن کو سیکھیں گے قرآن سکھائیں گے ہم راہِ ھدیٰ ساری دنیا کو دکھائیں گے
ظلمت کو زمانے سے ہم نے ہی مٹایا ہے
توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے

ہم خاک نشینوں کی عظمت کوئی کیا جانے آباد ہمیں سے ہیں دنیا کے یہ ویرانے
سوئی ہوئی قوموں کو ہم نے ہی جگایا ہے
توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے

پورب بھی ہمارا ہے پچھّم بھی ہمارا ہے اُترّ بھی ہمارا ہے، دکّن بھی ہمارا ہے
اندازِ جہاں بانی دنیا کو سکھایا ہے
توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے

ہم حامی و ناصر ہیں، پُر امن فضاؤں کے اے اہلِ جہاں ہم تو پیکر ہیں وفاؤں کے
ہم نے ہی تو اعدا کو سینوں سے لگایا ہے
توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے

خدّامِ محمد (ﷺ) ہیں، ایمان کے داعی ہیں ہم ملتِ بیضاء کے پُرعزم سپاہی ہیں
اسلام کے پرچم کو ہاتھوں میں اُٹھایا ہے
توحید کے مرکز پر اللہ نے بلایا ہے



برف باری

برف باری زندگی ٹھہرا گئی
یخ زدہ لمحوں میں بس اُلجھا گئی

پیڑ پتے بیل بوٹے دَم بخود
ایسے موسم سے طبع اُکتا گئی

نقرئی منظر بہت ہے پُر کشش
یاد اِک بیوہ کی دِل دہلا گئی

ہے اُدھر وہ غم کی چادر میں تپاں
مجھ کو اشکوں میں اِدھر نہلا گئی

برف، بارش دھوپ، تیرے رنگ ہیں
دیکھ کے قدرت تری سب دنگ ہیں



۸/ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو مظفر آباد میں زلزلہ کے موقعہ

سب پیر و جواں غم میں گرفتار ہوئے ہیں
بستی کے مکیں زیست سے بیزار ہوئے ہیں
لِلّٰہ خبر لیجئے اُن نامروں کی
پَل بھر میں جو بے یار و مددگار ہوئے ہیں



چارے پاسے ظلم جبر ناں ہویا بہت اَنھیرا
رحمت دا مینہ دیو خدایا، ہووے اَمن سویرا



''مرثیہ'' روشنی کا مسافر

روشنی کا مسافر کہاں کھو گیا !
غمزدہ ،غمزدہ ہر کوئی ہو گیا !!

کام ہی کام بس جس کا ایمان تھا	کام پر جس کا ہر لمحہ قربان تھا
روشنی ، روشنی تھی جہاں وہ گیا
روشنی کا مسافر کہاں سو گیا !

میں یہ سمجھا کہ وہ حق کا پرستار تھا	لوگ کہتے ہیں وہ تیز وطرّار تھا
آج شکوے شکایت سبھی دھو گیا
روشنی کا مسافر کہاں سو گیا !

ڈھونڈنے وہ گیا اپنی کشمیر کو	آہ! سمجھ نہ سکا اپنی تقدیر کو
کِن خیالوں میں تھا وہ کہاں کھو
گیا روشنی کا مسافر کہاں سو گیا !

ساتھ احباب کی انجمن لے گیا	سروقد لے گیا گُل بدن لے گیا
ہجر میں جس کی ہر اِک بشر رو گیا
روشنی کا مسافر کہاں سو گیا !

کس سے بسملؔ کریں موت کا ہم گلہ	زندگی کا تو ہے بس یہی المیہ
کس لئے آئے ہیں کچھ نہیں ہے خبر
کب چلے جائیں گے کچھ نہیں ہے پتہ

❁

نوٹ :- ۲۶ ؍جنوری ۲۰۰۵ء آنجہانی آر کے دھر چیف ایجوکیشن آفیسر راجوری اور اُن کے رفقاء کی حادثاتی موت سے متاثر ہو کر یہ مرثیہ تخلیق ہوا۔ آنجہانی دھر کو مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ تھنہ منڈی کی جانب سے ایک تقریب میں ''روشنی کا مسافر'' کا خطاب دیا گیا۔ نظم میں آنجہانی کو اسی خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔

نغمۂ اتحاد

گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی ، زندہ باد

اس نعرے میں شان ہماری — عزت ، عظمت ، جان ہماری
اللہ رکھے شاد آباد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

مل کے رہنا حکم قرآنی — لڑنا ، بھڑنا کام شیطانی
پاک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے ارشاد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

کلمہ ، حج ، نماز سکھائے — بس جنت میں وہ ہی جائے
جس نے چھوڑا بخل اور باد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

نادانی کو اب ہم چھوڑیں — ٹوٹے دلوں کو اب ہم جوڑیں
کرنی کیوں نسلیں برباد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

شاطر لیڈر ہم کو توڑیں — سچے رستے سے وہ موڑیں
ان پر اللہ کی افتاد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

بدلو اب تم سوچ رویّہ — وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا
رب سچے کی ملے امداد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد

آؤ سارا ہتھ ملاواں — اُس سارے کھنڈ، کھیر ہو جاواں
بسملؔ دیوان ، سائرنی ناد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی، زندہ باد

جشنِ تعمیرِ مغل روڈ مبارک ہو تمہیں (آزاد نظم)

۵ راگست ۲۰۰۷ء

اپنے آباء و اجداد کا یہ خوابِ حسین
ہونے والا ہے شرمندۂ تعبیر ابھی
ہونے والی ہیں میرے شہر کی گلیاں روشن
چھٹنے والی ہیں میرے گاؤں کی ظلمات سبھی

پھر سے تعمیر و ترقی کے کُھلیں گے رستے
زرد چہروں پہ لوٹ آئے گی رونق پھر سے
پاک و بھارت کے حالات بدل جانے کو ہیں
بند ہونے کو ہیں توپوں کے دہانے سارے

صبحیں بدلیں گی ، بدل جائیں گی شامیں اپنی
پونچھ ، راجوری کی تقدیر بدل جائے گی
جموں کشمیر نئے دور میں داخل ہو گا
ٹوٹ جائیں گے نفرت کے منارے سارے

مغلیہ دور کی شاہراہ تجھے میرا سلام
میرے اِس دور کے جہانگیر اور نور جہاں
تیرے سینے پہ کریں رقص رہیں شاد سدا
ہے یہی میری دعا ، تیری دعا ، سب کی دعا

جشنِ تعمیرِ مغل روڈ مبارک ہو تمہیں
جشنِ تعمیرِ مغل روڈ مبارک ہو تمہیں

قوم کی بیٹیوں کے نام جو آئے دن بربریت کا شکار ہو رہی ہیں

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

تم ہو نرم و نازک سی تتلیاں!

یہاں زور سے چلیں آندھیاں!

یوں نہ بن سنور کے اُڑا کرو

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

یہاں پُر خطر ہیں راستے

یہاں ہر قدم پہ ہیں آبلے

"یوں ہی بے سبب نہ پھرا کرو"

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

ذرا چشمِ بینا سے دیکھیے

یہاں شکلِ انسان میں بھیڑیے

ذرا فاصلے پر رہا کرو

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

یہ اسکول ، اپنے یہ مدرسے

سبھی عزتوں کے ہیں راستے

یہاں ذہن حاضر رکھا کرو

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

ہے تم ہی سے زندگی ضو فشاں

ہے تم ہی سے روشن یہ جہاں

بڑے ہوش سے تم چلا کرو

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

ہے اگر فراز کی جستجو!

رکھو روح کو بھی باوضو

رہو پاک دامن دعا کرو

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!

ملیں جب بزرگوں کی محفلیں

اُنھیں چشمِ عبرت سے دیکھ لو

انھیں گوشِ دل سے سنا کرو!

میرے شہر گاؤں کی بیٹیو! میرے شہر گاؤں کی بیٹیو!



ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا

ہر چشم خونچکاں ہے چناروں کے دیس میں
انبوہِ کشتگاں ہے چناروں کے دیس میں

پیر و جواں ہیں غم کے الاؤ میں جل رہے
اک فوج بیکساں ہے چناروں کے دیس میں

ابّا کہاں گئے ہیں، کہاں پر ہے میری ماں
ہر بچہ پُر فغاں ہے چناروں کے دیس میں

رستوں کو دیکھتی ہوئی بیٹے کی منتظر
بے چین کھڑی ماں ہے چناروں کے دیس میں

مایوسیوں میں غرق ہوئے ہیں عمیدِ شہر
ٹوٹی ہوئی کماں ہے چناروں کے دیس میں

بادِ صبا و سبزۂ نورستہ اب کہاں
بارود کا دھواں ہے چناروں کے دیس میں

ڈل بن گیا ہے شہر کے قُفلے کا مرگ زار
جہلم بھی نوحہ خواں ہے چناروں کے دیس میں

کم کم ہی دیکھ پاؤ گے اب کے غزال چشم
یوں رات کا سماں ہے چناروں کے دیس میں

مہندی سجے گی کب مری بیٹی کے ہاتھ پر
ماں باپ پریشاں ہیں چناروں کے دیس میں

بازارِ حسن کی بھی نمائش ہے اب یہاں
کیا کیا نہیں یہاں ہے چناروں کے دیس میں

لوٹ آئے زندگی کی رمق پھر دیار میں
ایسی کوئی اذاں ہے چناروں کے دیس میں

بسملؔ کا یہ سوال ہے اعیانِ قوم سے
کشمیریت کہاں ہے چناروں کے دیس میں



عید

عید پھر آ گئی
عید پھر آ گئی
چادرِ نور بھی چھا گئی
پھول خوشبو کے ہر سُو برسنے لگے
قافلے قدسیوں کے اُترنے لگے
نغمۂ اللہ ہو بھی بکھرنے لگا
تو بڑا، تو بڑا ایک تو ہی بڑا
اے میرے پیارے رب
تیری تعریف سب
عید............
کیا آئی تو؟
ہر طرف ہیں بکھرتے ہوئے قہقہے!
ہر طرف ہیں چمکتے ہوئے قمقمے
پک رہی سیویاں، یخنیاں
چمکتی پیالیاں، تھالیاں
بھینی خوشبو کو ہر سُو اُڑاتے ہوئے
عید............
لائی مزے........
نوجواں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے
گھومتے، جھومتے، دوڑتے، بھاگتے
جیسے دریا کی لہریں اُچھلتی ہوئیں
لڑکیاں ناچتیں، کودتیں
مہندیوں، کاجلوں، خوشبوؤں میں نہاتی
ہوئیں
جس طرح..........
رنگ برنگی فضا میں اُڑیں تتلیاں
بٹ رہی عیدیاں، ویدیاں
ہر طرف شوخیاں، شوخیاں
اور میں........
مایوس بیٹھا ہوا اِک طرف
دیکھتا، سوچتا
عید کیا لائی ہے اُس کیلئے
جو..........
آنگنوں میں کھڑا راستے دیکھتا
پوچھتا..........
ماں او میری ماں
میرا ابّو کہاں؟
میرا بھیّا کہاں؟
کون سی ہیں میری دیدیاں؟
کون دے گا مجھے عیدیاں؟

☆☆☆

سرزمینِ کشمیر کے نام

مرے کشمیر کو اَمن و اَماں کی پھر فضا دیدے
نئی صبحیں ، نئی شامیں ، نیا ہی سلسلہ دیدے

بنے فردوس برروئے زمیں پھر سے چمن میرا
خدایا آگ کے دریا سے کوئی راستہ دیدے

نہ ہوں اب خون سے رنگین ہمارے شہر کی گلیاں
یہاں کے دشت و دریا کو تُو جنت کی ہوا دیدے

پریشاں کر نہ میری بیٹیوں کے کاکُلِ پیچاں
مرے بیٹوں کو جینے کا نیا اِک حوصلہ دیدے

عطا سوزِ دروں کر قایدِ کشمیر کو یا رب!
شعور و آگہی دیدے ، شعارِ با صفا دیدے

گُلِ خنداں تو دیتا ہے ، دلِ خنداں نہیں دیتا
اِلٰہی فتنہ ساماں کو ذرا خوفِ سزا دیدے

عطا کر پاک بھارت کو تو مردِ باصفا یا رب
مری کشمیر کو مولیٰ نویدِ جانفزا دیدے

ہوا ہے پتّا پتّا مضمحل کشمیر کا بسمؔل
دُعا ہے ، پھر سے اِس فردوس کو اپنی عطا دیدے

مزاحیہ کلام

قطعات

دوستو! لیڈر بنا دیتے مجھے
(Key) خزانے کی تھما دیتے مجھے
سالیاں، سالے، اُڑاتے سب مزے
تم اسمبلی میں بٹھا دیتے مجھے

❁

بن گئی ہے میڈم آر ،ٹی، ٹیچر
مجھکو بننا پڑا ہے باڈی گارڈ
مار پڑتی تھی پہلے لاٹھی سے
اب تو چلتی ہے مگر آئرن راڈ

❁

زیادہ مہنگائی نہ تھی دفاتر میں
کام چلتا تھا شادمانی سے
سینکڑوں میں بھی اب نہیں ہوتا
کل جو ہوتا تھا چائے پانی سے

❁

بنے دل پھینک ہیں اپنے منسٹر
حسینوں کو بڑے پیارے ہوئے ہیں
اجی! ترشی سے نہ تم اِن سے بولو
بچارے عشق کے مارے ہوئے ہیں

راز کھل جائے گا رُسوا ہونگے
اب نہ ملنا کبھی بھی رستے میں
جب بھی چاہو گے بات کر لیں گے
اب موبائیل ہے میرے بستے میں

مجھ کو فونڈر پیٹران بنوا دیجیے
کچھ کریں چند بچے پھنسوا دیجیے
ایک، دو پکی دوکانیں گر ملیں
مجھکو پبلک اسکول کھلوا دیجیے

عاشقی گھٹکے میں آتا ہے سُرور
لمبے بالوں میں میرا سارا غرور
لکھنا ، پڑھنا تو مجھے آتا نہیں
لیکچرر مجھکو مگر بننا ضرور

شجر

شجر ، رونق ، شہر اور بازار کی
رونقیں اِس سے سبھی سنسار کی

پھول ، پھل اِس کی عنایت بے نظیر
آگ پانی اس سے ملتا ہے کثیر

گھر بنانے کیلئے کام آئے یہ
ہر کسی آنگن میں خوشیاں لائے یہ

اِس کی گودی میں رہیں اکثر طیور
گیت جن کے ہم کو دیتے ہیں سُرور

تپتے سورج سے بچاتا ہے ہمیں
روتے روتے یہ ہنساتا ہے ہمیں

شجر ہر موسم میں میرے ساتھ ہے
میرے سر پہ رحمتوں کا ہاتھ ہے

❁❁❁

بہار کا موسم

کتنا دِلکش بہار کا موسم ‌‌‌ گُل و غنچہ و خار کا موسم
تتلیوں کے سنگار کا موسم ‌‌‌ ہے یہ سہرے کا ہار کا موسم
کاجلوں، مہندیوں کے جلوے ہیں ‌‌‌ ڈھول ، تاشے ، سِتار کا موسم
ذرّہ ذرّہ ہے رقص کرتا ہوا ‌‌‌ بن پیئے ہے خُمار کا موسم
بلبلیں ، کوئلیں خراماں ہیں ‌‌‌ بیل ، بوٹے ، چنار کا موسم
باغ ہوں، کھیت ہوں کہ ہوں دریا ‌‌‌ ہر طرف لالہ زار کا موسم
چہرہ ، چہرہ نشاط جیسا ہے ‌‌‌ چار سو شالیمار کا موسم
جشنِ نوروز دے رہا ہے صدا ‌‌‌ ہر کسی سے ہے پیار کا موسم
دِل دھڑکتا ہے لیک جب سوچوں ‌‌‌ یہ بھی ایّامِ چار کا موسم

اُٹھ اے بسملؔ خدا کا ذکر کریں
ہاتھ جس کے قرار کا موسم



اٹھارہویں سالگرہ کے موقعہ پر ایم ای ٹی تھنہ منڈی کے بچوں کیلئے لکھا گیا

گیت

امن کا ساتھیو! تم اُٹھائے علم
ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بڑھے جاؤ تم

نفرتوں کے سبھی بُت گراتے ہوئے
پیار کے گیت گاتے چلے جاؤ تم

کالی راتوں کے یہ سلسلے عارضی
لازماً ٹوٹ جائینگے اِک دن سبھی

چاند تاروں کے جیسے چمکتے رہو
پھول بن کر چمن میں کھلے جاؤ تم

راستہ چاہے جتنا بھی دشوار ہو
کتنی اونچی مصیبت کی دیوار ہو

جسم تھکتے نہیں روح مرتی نہیں
یہ سدا دوستوں کو کہے جاؤ تم

آدمی آدمی سے گریزاں ہوا
آج ہر خانۂ قلب ویراں ہوا

دامنِ آشتی کو ذرا تھام لو
جینے دو اور خود بھی جیے جاؤ تم

نقل کے خلاف صدائے احتجاج

نقل کرنے والا بچہ بے حِس ہے کمزور ہے
نقل کرانے والا لیکن قاتل ہے اور چور ہے

نقل کرنے والا بے شک کم ہمت انسان ہے
نقل کرانے والا لیکن بہت بڑا شیطان ہے

نقلی علم کا سودا تم کو رُسوا خوب کرائے گا
محنت سے جو علم ملے گا تم کو وہ چمکائے گا

وہ جو خاک میں رول رہے ہیں موتی اور مہہ پاروں کو
گلی گلی سے ڈھونڈ نکالو تم ایسے غدّاروں کو

دیکھ! چمن کے سُندر، سُندر پھول یہ کس نے توڑے ہیں
کس ظالم نے تیرے بچے نقل کی جانب موڑے ہیں

اب تو ہوش کی گولی کھاؤ ،اب نہ گھر ویران کرو
بستی کو بستی ہی رکھو ،بستی نہ سنسان کرو

عوامی شاعری

واہ ،واہ اپنی یہ سرکار ، دیکھو اِس کا کارو بار
قلی ایک میٹ چار ، واہ،واہ اپنی یہ سرکار

پہلے دیکھئے اسکول ، جہاں بھیجتے ہیں پھول
بن کے آتے ہیں جو خار ، واہ،واہ اپنی یہ سرکار

آؤ دیکھیں ہسپتال ، اُلٹی اُترے جہاں کھال
کریں دائمی بیمار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

دیکھیں پی ،ایچ ،ای دربار، لائن ایک بندے چار
خالی نلکوں کا شنکار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

ذرا دیکھئے اب فون ، پئیں لوگوں کا یہ خون
ٹوٹی رہے ان کی تار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

کیسا اپنا محکمہ مال ، اس کا پوچھو کیا تم حال
یہ تو سارا بھرشٹاچار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

حضرت دیکھو اب جنگلات ، جہاں بوٹے پانچ سات
مگر گارڈوں کا انبار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

دیکھو سیاسی پہلوان ، کوئی کوئی ہے بلوان
باقی سارے ہیں مکّار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

جہان دودھ ملائی گھی ، وہ ہے پی، ڈبلیو، ڈی
بنے دن میں کوٹھی کار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

جہاں ملے قلمی مار ، وہ ہے بجلی کا دربار
لینے آٹھ لکھنے چار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

چلو چلئے اب بازار ، دیکھیں کیسا ہے بیوپار
دیکھو ہر سو لوٹ مار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

تھانے کبھی نہ تم جانا ، جہاں جانا اور پچھتانا
جیتی بازی جاؤ ہار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

میرا جموں کاشمیر ، جو تھا جنت بے نظیر
اب ہے رشوت کا بازار ، واہ ،واہ اپنی یہ سرکار

بسملؔ جائیں اب کہاں ، وہ ہے کون سا جہاں جہاں
بچے گی دستار ، واہ ، واہ اپنی یہ سرکار



ووٹر کو سمجھ نہ آئے (پیروڈی)

کوئی اینجل کہاں سے آئے، جسے لیڈر کوئی بنائے
کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا

جس Man کو بنایا، اُس نے ٹھینگا دکھایا، حق بات کو چھپایا، کمزور کو ستایا
نکلا بڑا رہزن، خوب لوٹا ہے وطن، بنا دلوں کی چبھن، ہوا جینا ہے کٹھن
کوئی کیسے ایم، ایل، اے بنائے، ووٹر کو سمجھ نہ آئے
کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا

لیڈر جو بھی گھر آیا، اُس نے گلے سے لگایا، ہاتھ پاؤں میرے چومے، اور مال بھی دکھایا
میں نے اُس کو کہا، چل دور ہٹ جا، مال ٹال نہ دکھا، یہ پیار نہ جتا
کوئی آنسٹ کہاں سے لائے، ووٹر کو سمجھ نہ آئے
کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا

کاش گاندھی کوئی ہوتا، اشفاق کوئی ہوتا، کوئی بھگت سنگھ ہوتا، آزاد کوئی ہوتا
ہوتا سچّا غمخوار، ہوتا غربا کا یار، رکھتا ہوصلے بلند، کرتا ڈوبتوں کو پار
ایسا بریو کہاں سے آئے، ووٹر کو سمجھ نہ آئے
کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا

کل ایک Man دیکھا، بڑا بے چین دیکھا، لمبی چوڑی کی تقریر، جو تھی بڑی بے نظیر
میں صبح بدل دوں گا، میں شام بدل دوں گا، بدل دوں گا میں جہاں، میں نظام بدل دوں گا
جھوٹے گیت جو اُس نے گائے، ووٹر کو سمجھ نہ آئے
کہ Man کوئی نظر نہیں آتا، کہ Man کوئی نظر نہیں آتا

اردو سی حرفی

گفتی

(غلام نبی شہباز بھروٹ راجوری)

ادب میں ہیت کا ایک مسلمہ مقام ہے۔ موئثر تخیّل، موئثر ہیت میں ڈھل کر اَثر آفرینی میں اضافہ کرتا ہے۔ شعری اصناف میں ہر صنف کی اپنی انفرادی شناخت، امتیاز اور آہنگ ہوتا ہے، جو الفاظ کی معنوی سرحدوں سے گذر کر قاری اور سامع کو حسّی سطح اور جزباتی اُتار چڑھاؤ سے آشنا کرتا ہے۔ مخصوص آہنگ، اُبھرنے والی داخلی موسیقیت، تکراری صدائیں اور مخصوص لب ولہجوں سے بافتہ یہ تائثر کار گر رہتا ہے۔

اُردو ادب میں عظمت اللہ خان کے خلاّق ذہن نے اوزان و بحور کے نئے تجربے کئے۔ پھر ایک سلسلہ چل نکلا۔ تاحال اس میں ہائکو، سانیٹ، ترائلے، ثلاثیاں، نثری غزل، ماہیا، بارہ ماسہ وغیرہ کے تجربات کئے گئے۔ آزاد نظم اور جدید نظم نے اپنی سحر انگیز روایت کے جلو میں اُردو شاعری کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

اسی طرح ''سی حرفی'' پنجابی، پہاڑی اور گوجری زبانوں کی متداول صنف ہے۔ جس میں طویل بحر میں چار مصرعے قافیہ وردیف کی تکرار سے لکھے جاتے ہیں۔ اِن کا آہنگ پنجابی کی مثنوی کے رائج الوقت اور متعارف داستانی ادب کے بحور و اوزان کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہیں مناسب لحن کے ساتھ مترنم پڑھنے سے سامع پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ان سی حرفیوں میں عموماً عارفانہ خیالات منظوم کئے جاتے ہیں۔ ہجر و فراق کی الم انگیز کیفیات کو مناسب استعاروں اور تشبیہوں کے ذریعہ متبادر کیا جاتا ہے۔ روحانی میلانات والے شاعر کے ہاں یہ بھی پیغام کا ایک ذریعہ ہے۔

چونکہ یہ تجربہ راقم السطور کے علم کے مطابق متذکرہ بالا تین زبانوں میں ہی تھا۔اگرچہ یہ تصوّر استناد کا اعلان نہیں لیکن زیرِ نظر مجموعہ جناب خورشید بسمؔل کے اُردو میں اِس تجربے کا پرتو ہے۔اِس ''سی حرفی'' کے بارے میں مصنف محترم خود اظہار کر چکے ہیں کہ اُنہیں حالتِ خواب میں ہیت اور الفاظ خود بخود لبوں پر آگئے۔ پھر چند ایک بند اُسی وجدانی کیفیت کے ڈھلے اوزان و بحور پر تخلیق کئے گئے۔خیالات کے لحاظ سے یہ ''سی حرفی'' لازمی طور پر اُردو غزل کے قریب ہے۔اِس میں وحدت تاثر یا شدّتِ جذبات کی تلاش و یافت مستقبل کی بات ہے۔ہر تجربہ آنی و جاودانی گردش کا اسیر ہے۔

ادب کی اقلیم سماج کے تمام تناظرات سے مملو ہوتی ہے۔مقامی احوال و اثرات بسمؔل صاحب کی اِس ''سی حرفی'' سے مترشح ہوتے ہیں۔اُنھوں نے اپنے محسوسات کو اِس فارم کا لباس پہنایا ہے۔بسمؔل کے ہاں کچھ محسوسات نستالوجیائی شد و مد سے اُبھرتے ہیں۔سماجی رشتوں کا درد بھی گھبے گھبے ایک نمکین کیفیت سے دوچار کرتا ہے۔اُنہیں ''شین شاعری تب عظیم ہوگی، جب عشق سے دِل مخمور ہوگا'' کا بھی دعویٰ ہے۔بسمؔل اِس ''سی حرفی'' میں کہاں تک فن کے اسرار و رموز سے بختاور ہو سکے ہیں۔اِس تخلیق کے Diction معروضی متبادلات پر تلاش و یافت کا معاملہ مستقبل کے ادب شناسوں کا حق محفوظ ہے۔چونکہ یہ تجربہ اپنے تناظر کے لحاظ سے نیا اور پہلا ہے۔اِس لئے حوصلہ مندی کا مظہر ہے۔دشتِ الفاظ میں جادہ پیمائی کوہ کنی ہے اور فرہاد نصیبی اعترافِ طلب۔

ا

الف :- اللہ رسول کا نام لے کر نئے طرز کا کروں آغاز بسمؔل
حیرت زدہ ہونگے احباب اپنے ، ایسا بنا دلکش انداز بسمؔل
ملی سوچ گہری اِظہار پیارا ، لفظ ملے ہیں پُر اعجاز بسمؔل
شکر اُس کی ذات کا خوب کریئے ، جو ہے صاحبِ طرز طراز بسمؔل

ب

بے :- بات کرنا ہوا بہت مشکل ، میرے رب یہ کیسا ہے دور آیا
جگہ جگہ ہے موت کا رقص جاری ، ہر طرف سے کیسا یہ شور آیا
ہر آنکھ پُر نم پُر درد سارے ، کیسا طرز یہ کیسا ہے طور آیا
ہوا شہر سُنسان سنسان بسمؔل ، کیسا ظلم اور کیسا یہ جور آیا

پ

پے :- پاک ہونگے کب قلب اپنے ، نظر آئے گی کب بہار بھائی
کب ہاتھوں میں امن کے پھول ہونگے ، شہر بنے گا کب گلزار بھائی
کب ہونٹوں پہ ہونگے بول میٹھے ، کب آنکھوں میں ہوگا پیار بھائی
سبھی پوچھتے ہیں یہ سوال بسمؔل کب ہوگا ختم یہ آزار بھائی

ت

تے :-تکیہ اُس کی ذات پہ رکھ ، نگہبان جو ہے صبح شام تیرا
عرش فرش جس کے،لوح قلم جس کے،جس کی نظر میں ہے در بام تیرا
کرے جو آفاق پہ حکمرانی ،اُسی نام کا ورد ہے کام تیرا
بس اُسی اِک ذات کو ڈھونڈ بسملؔ جس ہاتھ آغاز انجام تیرا

ٹ

ٹے:- ٹالنا آج کا کام کل پر ،کرے زندگی کو برباد بسملؔ
لمحہ لمحہ کی کریں جو قدر دانی ،وہی ہوتے ہیں شاد آباد بسملؔ
وہی آنکھ والے وہی عقل والے ،طمع حرص سے جو آزاد بسملؔ
اُن کے دم سے سارا جہان روشن ،کریں جو خدا کو یاد بسملؔ

ث

ثے:- ثمر کرنی کا لازماً ہے ، ممکن ہے لیکن تاخیر ہونا
نیک کام کا ہے انجام بہتر ،لیکن شرط ہے خوب تدبیر ہونا
کفر ہے مغموم مایوس ہونا ، ترے خواب کی ہے تعبیر ہونا
ملاعمراؔ تخریب کا غم نہ کر تیرے شہر کو ہے تعمیر ہونا

ج

جیم :- جو بھی شخص مغرور ہو گا وہ جیت کر بھی ناکام ہو گا
ملعون ہو گا فرعون ہوگا ، ہامان کیساتھ انجام ہوگا
رہ جائینگے نیک اعمال باقی ، ہر بُش ۱، بلیئر ۲ گمنام ہو گا
پیغام سُنا ہر گام بسملؔ نیکوکار کا تذکرہ عام ہو گا

چ

چے :- چمکتی ہے تب چار یاری ، جب جیب تیرے بھر پور ہونگے
ہوگی رونقوں کی صبح شام بارش ، سب غم تیرے کافور ہونگے
راتوں رات بدلے گا طرز سارا ، نئے ڈھنگ اور نئے دُستور ہونگے
وفادار بسملؔ وہ لوگ ہونگے ، جو کہ صدیوں سے رہے دور ہونگے

ح

حے :- حق کی بات ہے سخت مشکل ، کھلے کس طرح سے یہ زبان بسملؔ
یہ ہے جبر اور جھوٹ کا دور آیا ، چلیں کس طرح سے اذہان بسملؔ
ہوئی مٹی پلید شرافتوں کی ، کہیں چور خود کو خاندان بسملؔ
عزازیل کو بھی جو ہیں مات دیتے ، ہوئے وہ پیدا انسان بسملؔ

خ

خے:- ختم ہوگی سب حکمرانی رہیں گے نہ حکم احکام باقی
سب ختم دستور منشور ہونگے ، رہے گا نہ کوئی نظام باقی
رہیں گے نہ شمس نہ قمر باقی ، نہ صبح باقی نہ شام باقی
مٹ جائیں گے سب جہان بسملؔ رہ جائے گا بس اِک نام باقی

د

دال:- دل کو دائمی پاک رکھیئے ، گر خوشی کا ہو انتظار صاحب
کسی دل کو دُکھ نہ تم دینا ، بننا کبھی نہ دل آزار صاحب
تیرے ہونگے بلند اقبال صاحب ، ملیگی ممتاز دستار صاحب
قدر اُقربا کی ہے حکم ربی ، کرنا دشمنوں سے بھی پیار صاحب

ڈ

ڈال:- ڈر اور خوف اذہان پر ہیں ، انھیں کر تو اب کافور مولیٰ
ہر چہرے کو رونقیں بخش مولیٰ ، ہر قلب کو کر پُر نور مولیٰ
بارش رحمتوں کی اب خوب دیدے ، سوکھے کھیت کردے مسرور مولیٰ
مانگے یہ دعا خورشید بسملؔ کر ملک میں امن امان مولیٰ

ذ

ذال:- ذات جماعت پر فخر کرنا، کم ذات کی ہے پہچان بسملؔ
رنگ نسل سے اُٹھ کر جو سوچیں، وہی ہوتے ہیں بھلے انسان بسملؔ
کرو اُنس اِنسان سے بہت زیادہ یہی اپنا دین ایمان بسملؔ
جنگ، جدل کو اب تم تھوک ڈالو، پیدا امن کے کرو امکان بسملؔ

ذ

ذال:- ذکر اُس ذات کا کر بندے، عرب عجم کی جس سے شان بسملؔ
جس کی رونقیں عرش اور فرش پر ہیں جس نے روشن کیا جہان بسملؔ
جسے کہیں سلام ملائکہ سب، مولیٰ خود جس کا نگہبان بسملؔ
عیسیٰؑ، موسیٰؑ نے جس کی جستجو کی، سرو پا جو ہے قرآن بسملؔ

ر

رے:- راستی پر جو لوگ ہونگے، سب کام اُن کے آسان یارو
ہر گام پہ وہ محفوظ ہونگے، رب اُن کا خود نگہبان یارو
رکھو زیر دستوں سے قرب اپنا، اونچی ہوگی تمہاری شان یارو
دامن عاجزی کا نہ چھوٹ پائے، یہی ہے حدیث قرآن یارو

ز

زے:- زاغ صفات انسان اکثر ، ملے یہاں کوئی شہباز بسمؔل
بدل گئی زمانے کی چال ساری ، بدل گئے سبھی انداز بسمؔل
کسے جا کے دِل کی بات کہیئے ، ملیں کہاں سچے ہمراز بسمؔل
پلک جھپکنے میں رنگ بدل ڈالیں ، نئے دور کا یہ اعجاز بسمؔل

س

سین:- سوچ کے کر کلام اپنا ، دانش مندوں میں ہو شمار تیرا
دھوکہ دغا ہے بڑی ذلیل خصلت ، پکّا سچّا ہو قول قرار تیرا
کر درد مندوں کی دستگیری ، رب کرے بلند وقار تیرا
نیکی کر دریا میں ڈال بسمؔل ،انشاء اللہ بیڑا پار تیرا

ش

شین:- شاعری تب عظیم ہو گی جب عشق سے دِل مخمور ہو گا
خونِ جگر سے اشک رنگین کرنا ،جب شاعروں کا دستور ہو گا
دِل ٹوٹ جائے تو غم نہ کر یہ تو ٹوٹ کر ہی کوہِ طور ہو گا
کھلیں راز رموز تمام بسمؔل جب ذہن تیرا پُرنور ہو گا

ص

صاد:- صلح کا کرو آغاز جلدی ، ہند پاک کو کرو قریب بھائی
جنگ جدل کی راہ مسدود کر دو ، بنو امن کے پھر نقیب بھائی
☆ رب اٹل ، پرویز کو سمجھ دیدے ، بنیں کبھی نہ یہ رقیب بھائی
ٹلیں غم کی یہ طویل راتیں ، جاگیں اپنے پھر نصیب بھائی

ض

ضاد:- ضد عداوتیں بھول جاتے ، اور امن کی اب سوغات دیتے
بے خوف ہمارے دِن ہوتے ، بے خوف سی ہم کو رات دیتے
راہیں ہوں ہموار ترقیوں کی ، روشن روشن سے اب حالات دیتے
آگ دشمنی کی ہے خوب برسی ، اب دوستی کی برسات دیتے

ط

طوئے:- طمع لالچ سے باز رہنا ، یہ تو پاؤں کی ہیں زنجیر بسمؔل
ہے یہ مال اسباب سراب سارا ، رب سے مانگ تو خیر کثیر بسمؔل
ہوئے عقل شعور سے وہ عاری بنے ہوس کے جو اسیر بسمؔل
دِل غنی کر لو دِل سخی کر لو ، رب کرے گا روشن ضمیر بسمؔل

ظ

ظوئے :- ظلم مظلوم کا ذکر کیا ہو، اس شہر کا ہے ہر کام مشکل
کوئی کرے تعمیر کی کیا باتیں ، جہاں ہو آغاز انجام مشکل
یہاں سانس لینا بھی ہے سخت جانی ، پل بھر کا یاں آرام مشکل
بنی کیا تقدیر، تدبیر بسملؔ ، میری صبح مشکل میری شام مشکل

ع

عین:- عید ہماری عید ہوتی ، سب غم اپنے کافور ہوتے
میرے گاؤں میں نہ کوئی آنکھ روتی ، میرے شہر میں سب مسرور ہوتے
بچّے رقص کرتے پُر کیف ہوتے ، سب گھر آنگن پُر نور ہوتے
ہوتی مزے مزے کی عید بسملؔ ملتے وہ احباب جو دور ہوتے

غ

غین:- غیر کو بھی اعزاز دینا ، میرے شہر کی ہو پہچان بسملؔ
ہوتا رحمتوں کا نزول اِن پر ، بنتے آدمی سے انسان بسملؔ
مٹے ظلم و جبر کی حکمرانی ، مانگے ملک میں امن و امان بسملؔ
ربّا دے نجات اُن لیڈروں سے، کیے جنہوں نے ملک ویران بسملؔ

ف

فے :- فضل اللہ سے مانگ حامدؔ، تجھے کرنا ہے پھر آباد کابل
بنیں تاجک ، پشتون تمام بھائی، کبھی پھر نہ ہو برباد کابل
پیدا ہوں یہاں عطّار، رومی ، بنے دین کا پھر عماد کابل
کرے یہی دعا خورشید بسملؔ ، اللہ کرے پائندہ باد کابل

ق

قاف :- قسمت جب کھینچ لے ہاتھ اپنا، جیتی بازی بھی جائیں گے ہار بسملؔ
سب بھاگ جائیں گے یار بیلی ، روٹھ جائے گا سب سنسار بسملؔ
منہ موڑ دینگے خاص الخاص اپنے ، سبھی پھول بنتے ہیں خار بسملؔ
رب کرے نہ رحمتیں کم اپنی ، بنا جن کے آدمی خوار بسملؔ

ک

کاف :- کبر، کدورتیں، کذب سارے، رکھیں عقل شعور سے دور بسملؔ
زن ، زر ، زمین کی حرص فتنہ ، رکھیں آدمی کو رنجور بسملؔ
دولت ، حُسن ، جوانی ، عارضی ہیں ، ہوتا کیوں کوئی مغرور بسملؔ
فقط رب کی کرو رضا حاصل ، باقی سب ہی کچھ فتور بسملؔ

گ

گاف :- گھر کی کرو تم قدردانی ، گھر سے بنے گی اُونچی شان بھائی
گھر ہو گا تو چلے گی ساتھ دُنیا ، ورنہ کہیں گے لوگ انجان بھائی
رکھّو پیار ، وفا ، اخلاص گھر میں ، بِنا اِن کے گھر ویران بھائی
گھر بنے گا تیرا فردوس بسمؔل ، گھر میں رکھو نماز قرآن بھائی

ل

لام :- لائقِ صد آداب وہ ہیں ، کریں جو بھی خیر کے کام یارو
جن کے دم سے رونقِ شہر باقی ، مَلک کریں جنہیں سلام یارو
مولیٰ رکھے محفوظ اُن ظالموں سے ، جن سے ہوئے انسان بدنام یارو
کیے جنہوں نے تخت تاراج بسمؔل ، بگڑے جن سے نظم نظام یارو

م

میم :- محنتی جو بھی لوگ ہونگے ، رب اُن کو فضل کمال دے گا
اُن کی کرے گا مشکلیں دور ساری ، آئی آفتوں کو بھی ٹال دے گا
ہونگے وہ منصور ، مقبول ہر دم ، اُنھیں زر دے گا اُنھیں مال دے گا
بسمؔل ملے گی اُن کو حکمرانی ، اُنھیں جاہ دے گا ، جلال دے گا

ن

نون:- نوحہ خواں ہے جہان سارا، سنے کون تیرے حالات بسمؔل
کیسے گذریں ماہ و سال تیرے، کیسے گذریں دِن اور رات بسمؔل
پُر دم رہنا پُر ہوش رہنا، یہاں دیتے ہیں اپنے مات بسمؔل
گہری اُن پہ رکھنا نظر اپنی، چلے جو ہیں تیرے ساتھ بسمؔل

و

واؤ:- وصل اور فصل کے تذکروں کا چھوڑیں طرز طریق تمام شاعر
بال خال کے تذکرے بھول جائیں، بھول جائیں اب ساغر و جام شاعر
رکھیں پاک خیال، زبان پیاری، لکھیں صاف شُستہ کلام شاعر
نئے دور کا کریں آغاز بسمؔل، چھوڑیں لہو لعب اِبہام شاعر

ہ

ہئے:- ہاتھ جب آئے گا ساتھ اُس کا، تیری بات میں عجب تاثیر ہو گی
ہو گا جانفزا کلام تیرا، معجز نما تیری تحریر ہو گی
ہو گا عرش اور فرش پر ذکر تیرا، کیا خوب تیری تقدیر ہو گی
تیرے ہاتھ سے ہو گا فیض جاری، تیرے ہاتھ میں خاک اکسیر ہو گی

ی

یے:-یاوری کر تو پاک مولیٰ ،میرے اُلجھے کام بنا مولیٰ

پیشِ نظر ہو حشر کی سخت گرمی ، باقی غموں سے کر رِہا مولیٰ

رطبُ اللّسان رہوں تیرے ذکر سے میں، رگ رگ میں تو سما مولیٰ

رحمت رہے تیری میرے ساتھ ہر دم ،ایسی راہ پہ تو چلا مولیٰ

اشعار

جو جینا تھا جی چکے ، اب تو وقت گذاری ہے
ہر لمحہ اِک مایوسی ہے ، ہر لمحہ بیزاری ہے

طاقِ نسیاں میں سب پھینکو ، بسملؔ اپنی یادوں کو
جو بازی بھی جیتی تم نے جو بازی بھی ہاری ہے



مثنوی خیرِ کثیر

اوّل حمد خدایا تیری تو ہے سب کا والی
بِنا تمہارے جینا اپنا خالی ، خالی

اوّل تیرا ،آخر تیرا ،ظاہر باطن تیرا
پل بھر کے مہمان یہاں ہم پل بھر کا ہے ڈیرا

سوکھا باغ ہرا کر میرا دے ایسی برساتیں
خوب پھلیں سب آس کے بوٹے دے ایسی سوغاتیں

دے بہار میرے گلشن پر نکھرے ڈالی ڈالی
در پہ تیرے ہاتھ پسارے دے صدا ہر مالی

فضل تیرے کی آس ہے مجھ کو اور امید بجھی ہے
بخش طفیل رسول اللہ ﷺ کے جو تقصیر ہوئی ہے

بِن مانگے تو دینے والا کرے احسان ہزاروں
مجھ پر جو انعام کئے ہیں کیسے شکر گذاروں

آگ کو تو گلزار بنائے تیری شان نرالی
تیرے در پر دیکھ رہا ہوں جیا جون سوالی

تو ہی خوشیاں دینے والا تیرے ہاتھ رُلانا
عزت ذلت ہاتھ ہے تیرے محنت اِک بہانہ

راہیں مشکل دور ہے منزل تجھ بن کون ہے میرا
ہر سو وحشت گھپ اندھیرے تیرے ہاتھ سویرا

مجرم سے منصور بنانا صفت ہے یہ رحمانی
رحمت سے نومید ہو جانا خالص کام شیطانی

کیا مجال ذرّہ ہل جائے بن احکام خدائی
اُس کے نوری، ناری، خاکی، اُس کے مرغ و ماہی

امی ، ابّو راضی کر لو یہ ہے حکم قرآنی
اِن کو سر آنکھوں پر رکھ لو جو چاہو سُلطانی

سچے رستے بہت ہی مشکل پُر دم ہو تو چلنا
مٹی میں مٹی ہونا ہے پھر جا کر ہے کھلنا

جو چاہو سر اونچا اپنا صحبت اونچی رکھنا
بے عملی ہے زہرِ قاتل بے عملی سے بچنا

گھر روشن ہوں بن جاتے ہیں دشمن بھی پروانے
تاریکی میں ساتھ رہیں جو، وہ سچے یارانے

تنگی طلبی جیون ساتھی. اِس سے نہ گھبرانہ
چند لمحوں کے موسم بسملؔ اب آنا اب جانا

دن باقی ہے جلدی کر لو گر پانی ہے بھرنا
تاریکی جب آپہنچے گی پھر گھر جاتے ڈرنا

غافل بندے جاگ سویرے نہ کر نیند پیاری
منزل دور ، ہیں رستے مشکل کر لے کچھ تیاری

محنت کر کے راکھ جو پاؤ اُس کو امرت جانو
لوٹ کھسوٹ کے سیم و ذر کو زہرِ قاتل مانو

درد مندوں کی قربت اچھی روشن کر دے سینہ
مرنا پھر ہے کام سِوایا جینا پھر ہے جینا

بد عملوں کی صحبت سے کب فیض کسی نے پایا
کیکر پر انگور چڑھائے ہر گُچھا زخمایا

گھر گھر میں ہے ماتم چھایا گھر گھر آفت آئی
بیٹا بنا ہے باپ کا دشمن بھائی مارے بھائی

ملے نہ صاف ہوا نہ پانی نہ ہی خالص کھانا
ایسے شہر جہنم خالص اِن میں کیونکر جانا

کوّا، کوئل، طوطا، مینا چھوڑ کے بستی بھاگے
بندے اور ماحول کے بسمل ٹوٹ رہے ہیں دھاگے

پیار محبت دین کے قصّے ہیں انمول خزانے
یہ نہ ہوں تو جنت گھر بھی بنتے ہیں ویرانے

داناؤں نے اِس دنیا سے کب ہے آنکھ ملائی
اِس کے جال میں جو بھی آیا اُس نے لی رسوائی

جو تقدیر میں لکھا ہو گا وہ سب کو مل جائے
رونا جس کی قسمت میں ہو اُس کو کون ہنسائے

صبر کرو تو پھل پاؤ گے بن جاؤ گے ہیرو
بے صبری گھاٹے کا سودا بن جاؤ گے زیرو

سدا رہے نہ دولت باقی ،سدا نہ حُسن جوانی
سدا نہ جانی دشمن باقی سدا نہ دلبر جانی

علم وہی ہے جس کو پا کر بندہ بنے فرزانہ
معصیت کافور ہو جائے جنت بنے ٹھکانا

عشق مجازی سر کی بازی جان نکلے ڈر ڈر کے
بلا تکلف عشق کہاں پر جو پائے سو مر کے

ذاتوں پر جو اِتراتے ہیں وہ شیطان کے بھائی
اِن لچروں سے بچ کے رہنا یہ سارے سودائی

توڑو نفرت کی دیواریں صاف کرو اب سینہ
گر آقا ﷺ کے ہاتھوں تم کو آبِ کوثر پینا

مالی کا تو کام ہے اتنا پانی خوب بہائے
یہ تو بس مالک ہی جانے پھل آئے نہ آئے

رشتے ناطے جھوٹے بسمل اِن پر نہ اِترانا
تنہا آئے تنہا رہنا تنہا ہی ہے جانا

کچھ چہرے ہیں پیارے پیارے ناگ ہیں پر زہریلے
باطن میں اِبلیسی ہیں یہ ظاہر میں شرمیلے

مریں جو اعداء خوشی نہ کریئے احباء کو بھی جانا
اِس بستی کو سب چھوڑیں گے ہو گا دور ٹھکانا

جس دل میں نہ عشق سموئے کتّے اُس سے چنگے
مالک کے دروازے اوپر سوئیں بھوکے ننگے

جیب رکھو گے بھر کے بسملؔ بنے گا یار زمانہ
خالی جیب اگر ہو جاؤ گھر پر بھی نہ جانا

میں ہوں تیرا عاجز بندہ تو رحیم رحمانا
ناؤ میری ڈوب رہی ہے تو ہی پار لگانا

ہم سب کو ہے لوٹ کے جانا ،جانا باری باری
سدا بہار تو ایک وہی ہے دنیا جس کی ساری

جھوٹی دنیا، دولت جھوٹی،جھوٹے سب یہ میلے
ایک ہی ذات بھروسے والی باقی سب جھمیلے

عزت ، عظمت ، دُنیا ، دولت اِن کا مان نہ کرنا
پل بھر میں جو تخت اُچھالے بس اُس کا دم بھرنا

منگتوں کو تو شاہی دے دے شاہوں کو رُسوائی
تیری ذات معمّہ خالص سمجھ بہت کم آئی

میں اسفل میرے کام ہیں اسفل پر افضل سے رشتہ
ہوئی آساں ہر مشکل بسملؔ ہوا آساں ہر رستہ

جس گھر میں ہو لڑنا بھڑنا رحمت سے وہ خالی
ایسے باغ کے بوٹے سوکھیں سوکھے ڈالی ڈالی

تلخ کلامی کام آئے گی یہ ہے خام خیالی
وہ کلمہ مہمل ہے بسملؔ جو حکمت سے خالی

خاص کلام عوام سے کرنا کون کہے دانائی
داناؤں نے ہم کو کتنی اچھی بات بتائی

کوئی ظاہر کوئی باطن روئے خلقت ساری
اِس دنیا میں کون ہے بسملؔ جو ہے غم سے عاری

موت سے محشر تک کے رستے انجانے انجانے
راہ میں جو چہرے دیکھو گے بیگانے بیگانے

حسن پری اور یوسف چہرے خاک میں سب کو جانا
کام کرو تم بسملؔ ایسا یاد کرے جو زمانہ



نظم شانِ خدائی

ایک شجر پہ اِک دن بیٹھی اِک چڑیا بیچاری
تاک میں جس کی باز تھا اوپر نیچے ایک شکاری
تھی اِس سوچ میں ڈوبی چڑیا کیسے جان بچائے
ہر سو موت ہے پر پھیلائے کس سمت اُڑ جائے
بیٹھ رہے تو تاک میں بیٹھا مارے تیر شکاری
اُڑتی ہے تو باز کی زد میں کیا کرتی بیچاری
لیکن دیکھو قدرت رب کی کیسے چڑی بچائی
غم کافور کئے دُکھیا کے ٹالی موت جو آئی
ناگ آیا اور ڈسا شکاری چوک گیا نشانہ
تیر چلا اور باز کو مارا دیکھو رنگ ربّانا
صیحح سلامت ڈال پہ بیٹھی چڑیا بات سُنائی
جو ماریں وہ خود ہی مر گئے دیکھو شان خدائی



پہاڑی کلام

ڈاکٹر صابر مرزا راجوری ۱۲ر فروری ۲۰۱۰ء

خورشید بسملؔ ہوراں ناں پہاڑی شعری مجموعہ نظر نواز ہویا، اِس مجموعے بچ شامل پہاڑی کلام بہوں پُر اثر ، سہل، تہ آسان زبان نی ترجمانی کرنا اے۔ بسملؔ صاحب مقصدیت پسند شاعر ہین، ور کدے کدے اُنہاں نی شاعری رومان پرور فضاواں بچ وی اُڑان پہرن لگی پینی اے۔ انھاں نے کلام بچ ہجر ناں سیک تے عشق نی تڑف واضح طور ور محسوس ہونی اے۔

اِس مجموعۂ کلام بچ حمد باری تعالیٰ تے مناجات تھیں علاوہ چھ نعتاں شامل کیتیاں ہین۔ حمد و نعت شامل کری تے اُنھاں اِس صنفِ سُخن بچ جتھے اپنا زور قلم دسیا اے۔ اُتھے ئی اِس صنفِ سُخن نے دامن کی وسیع تر کرنے نی کوشش وی کیتی اے۔ حمد تہ نعت نے شعراں بچ بسملؔ ہوراں نے حقائق نی سوہنی تے خوبصورت جھلک پیش کیتی اے۔ بسملؔ جتھے کائنات ناں مشائدہ کرنے ہین اُتھے ئی ایہ گل وی آکھنے ہین۔ جے اے اللہ! ایہ سارے کمالات تُساں نے ہین جنھاں نی بدولت ایہ سارا عالم عالِم وجود بچ آیا اے۔ جہڑا بہوں بے مثال اے۔

اِنھاں نے نزدیک خاکی نوری تہ ناری ہی نئیں، اے ساری دُنیا اِک کنبے نی طراں اے۔ اوہ امید نے باغ باغ تہ بوٹے نی ٹاہلی ٹاہلی جُھگی اللہ تھیں پھلاں نی بارش منگنے ہین۔ اپنے آپ کی گنہگار خیال کری تے اپنی جیبھ کی ناپاک سمجھی تہ ہزار بار توبہ تہ فر نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناں ذکرِ خیر کرنا مناسب سمجھنے ہین۔ ہور اوُس تیہاڑے نے بے تابی سنگ

اُڈیکوان ہین جے اوہ تیاڑا کدوں آوسی جس تیہاڑے اوہ شہر شہر جائی تے نبی نبی ناں ذکر کرسن گے۔

بسملؔ کہنے ہین کہ اُنھاں نی زندگی اِک اُداس جنگل نی طراں اے، جسنے سارے رستے تہ منزل اُداس ہین اوہ اپنے اِس اوکھے سفرنی آسانی تہ زندگی نی خوشنودی واسطے جناب رسالت مآب ﷺ نے ساتھ نے آرزومند نظر آونے ہین۔ اسے حوالے نال اُنھاں نے حمدیہ تہ نعتیہ اشعار ملاحظہ فرماوٗ۔

اے خدا سب کمال ہے تیرا	سارا جگ بے مثال ہے تیرا
خاکی نوری تے ناری سب تیرے	ساری دُنیا عیال ہے تیرا
ڈالی ڈالی پھلاں نی بارش دے	باغ رکھیو ہرا بھرا مولیٰ
ہزار باری میں چیبھ تھواں	نبی ﷺ نے پھر ذکر خیر کرساں
کدومی اُو دِن نصیب ہوسی	نبی نبی شہر شہر کرساں
ہے زندگی اِک اُداس جنگل	اُداس رستے، اُداس منزل
ترے کرم ناں جے ساتھ ہویا	سفر اے اُوکھا بخیر کرساں

حمد تہ نعت نی طراں پہاڑی غزل بچ بسملؔ ہوں تلخ تجربات نے عکاس لگنے ہین اوہ پتھراں نے شہر بچ شیشیاں نے بپار کرنے ہین اِس بپار بچ اوہ اپنا خون آپ پینے ہین جہڑا اِک صبر آزما قدم لگنا اے۔

پھر الیکشن نے زمانے ناں تذکرہ کری تہ کھر کھر ووٹاں نے سلسلے بچ روزمرّانی بے ہودا تہ گندی سیاست نے پیروں آنے آلے فتنے تہ فساداں ناں احساس دِلانے ہین۔

بیہڑے بچ سونکنی بے رونقی تہ ویرائی کہرنے اندر اِک بے کس شاعرنی موجودگی اِک کرب تہ المئے ناں برملا اظہار اے۔

جتّی نی بازی ہارنا ہتھ بچ آئی نی چیز کی ہتھوں کھڑائی چھوڑ ناں ہور پھر اِس عمل ور افسوس یا دُکھ محسوس کری تہ ہتھ ملنا انسانی احساسات ناں ردِّ عمل اے۔ جِسی بسملؔ ہوراں شعری سانچے بچ ڈھالی تہ فنّی خوبی ناں مظاہرہ کیتا اے۔

اوہ سماجی تہ معاشرتی زندگی نے کٹھور ستم گر معاشرے نے ظلم تہ جبر نیاں وارداتاں نی عکاسی کرنے ہین۔ جے اس سماج تہ اُس نے علمبر داراں تھیں اگر کج مٹھے بول سننے نی توقع نئیں کیتی جائی سکنی تہ اِنھاں تھیں کُسے ور کُسے نی طراں توقع رکھنا بالکل فضول اے۔ کیاں جے اِنھاں علمبر داراں غریباں تہ مفلوک الحالاں نے سینیاں ور نہ صرف ظلم تہ جبر نے پہاڑ تروڑے بلکہ جو کج وی اُنھاں تھیں ہوئی سکیا اِنھاں کرنے تھیں دریغ نئیں کیتا۔

بسملؔ صاحب نی پہاڑی غزل بچ مواد تہ ہیت، رمز، ایمائی جذبات نے احساسات سب ئی کج موجود اے۔ پہاڑی غزل نے اشعار ملاحظہ فرماؤ:-

پتھراں نے کٹھور شہراں بچ — شیشیاں ناں پیار کرناں ہاں
آپ اپنا میں خون پیناہاں — آپ اپنا شکار کرناں ہاں

پھر و وٹاں ناں موسم آیا — پھر فتنے کہر کہر تکسو گے
ساں ساں بیڑا کرنا ہوسی — اندر اِک شہر تکسو گے

ہتھوں باز کھڑائی بیٹھا — ایویں نئیں او ہتھ ملنا سی
اک وی مٹھا بول نہ بولے — سینے اُپّر مونڈھ دَلنا سی

بسملؔ نے اِس پہاڑی شاعری نے مجموعے بچ دو نظماں اِک پابند نظم تہ دوئی

آزاد نظم شامل کیتی اے۔ اے بڑیاں معیاری نظماں ہین۔ پہلی نظم اتحاد نی ترجمانی کرنی اے۔ جھڑی اس طراں اے۔

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد — زندہ باد جی زندہ باد
اِس نعرے بچ جان اساں نی — عزت، عظمت، شان اساں نی
اللہ رکھے شاد آباد — گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

دوئی نظم آزاد نظم نے زُمرے بچ آونی اے۔ اے اُنھاں اپنی اہلیہ محترمہ نے ناں لکھی اے، اے اک کامیاب نظم اے۔ میں بسمل صاحب کی اُنہاں نے اِس تازہ خوشبوآمیز جۓ شعری مجموعے ور دِلوں منوں مبارک باد پیش کرناں ہاں، نالے اے امید کرناں ہاں جے پہاڑی زبان تہ ادب نے سنجیدہ حلقے اِنہاں نے اِس شعری اضافے کی پسند کرسن گے۔



بسملؔ کا پہاڑی کلام

بشیر خٹک، اقبال نگر سرنکوٹ پونچھ

جو بھی زبان ہو، جس بھی صنفِ سُخن میں طبع آزمائی ہو، بسملؔ کا کلام معنویت سے لبریز ہوتا ہے۔ بسملؔ صاحب گویا قافیہ پیمائی، حسین الفاظ کی مالا پرونے کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں ادب کی دُنیا میں بسملؔ نے بی۔جی۔ ایس۔ بی (راجوری) ''یونیورسٹی کا ترانہ'' (اُردو) لکھ کر اپنی حیثیت کا لوہا منوالیا ہے۔ بسملؔ کے پہاڑی کلام کا مجموعہ جو اِس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حمد، نعت، مناجات، غزلیات اور نظم مثلث پر مشتمل ہے۔ اگرچہ پہاڑی زبان ابھی اپنے بچپن کے ماہ وسال سے گذر رہی ہے۔ لیکن پہاڑی میں بسملؔ نے اپنی شاعرانہ فنّی صلاحیت سے ہر شعر کو بامعنیٰ اور معیاری بنا کر دِکھایا ہے۔ حمد میں دو ہی اہم اجزاء ہوتے ہیں۔ ایک خدائے ذُوالجلال کا قادرِ مطلق اور رحمٰن ورحیم ثابت کرنا اور دوسرے بندے کا عاجز، بے بس اور فریادی ہونا۔ اِس ضابطے کے تحت جب ہم اِس مجموعہ کی پہلی ''حمد'' کو دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک طرف بسملؔ اپنے عجزِ کمال کا اظہار کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف رحمٰن ورحیم کے سامنے دست بہ دعا بھی ہیں کہ اے ربِّ کریم میرے پاس نہ تو علم ہے اور نہ عمل اور پھر میں مشکلات میں بھی گھرا ہوا ہوں۔ تو مجھے سیدھا راستہ دِکھا اور مجھے اعلیٰ منزل پر ڈھیر سارے انعامات کے ساتھ پہنچا۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے۔ ع

علم عمل نی مشکل میری کر وآسان خدایا
سِدّھا رستہ سوہنی منزل کروانعام سوایا

حمد کے بعد مناجات لکھتے ہیں تو ربِّ کریم کے دربار میں سفرِ محمود کیلئے اِس طرح ملتجی ہیں۔ ع

مدّتاں تھیں ایہہ آرزو مری
سفرِ محمود پر چلا مولیٰ

اسی مناجات میں شہرِ رسول ﷺ کی زیارت کیلئے والہانہ التجاء یوں کرتے ہیں۔ ع

مدینے نے آقا ﷺ نے قدماں کی چُمیا
میں پُھل تے مدینے نے خاراں نے صدقے

مدینے نے آقا ﷺ بُلا وَ مدینے
میں حسنینؓ تے چارے یاراںؓ نے صدقے

ایک اور مناجات لکھتے ہیں۔اس میں اپنی فنّی مہارت سے اپنی ایک طرف بے انتہا بے بسی اور عجز کا اظہار کرتے ہیں۔تو دوسری طرف قادرِ مطلق کی قدرت اور توحید کا وہ نقشہ کھینچتے ہیں جو کسی نہایت ہی فصیح و بلیغ زبان کے شہسوار کے بس میں ہی ہوتا ہے۔شعر ملاحظہ ہو۔

چُھلے چھکھڑ تے رات انھیری، وحشی کُتے چار چوفیری
تیری آس ناں دِیا بالاں، تیرے باجھ مرا کوئی وی نئیں

اِس مجموعہ میں جو غزلیات شامل ہیں اِن غزلیات میں بسمؔل نے غزل کے عام رواج یعنی حسن وعشق، سوز وگداز، گل وبلبل کے موضوع سے ہٹ کر سنجیدگی، شائستگی اور حقیقت پسندی کو اپنا موضوع بنایا ہے۔

چِن چڑیا اُس ڈُب وی جانا، رکھیو اِس ناں خیال
کھلیاں آنا کھلیاں جاناں، جاسی ناں کوئی وی نال
رشتے ناتے چھوٹھ ہی سارے، سچّی رب نی ذات
دُنیا نی اے دولت، عزت، سارا ہے اِک جال

یہ دونوں اشعار غزل کے ہیں۔اِس میں عشق کی مستیوں کے بجائے ہر شئے

کے فنا کا پیغام دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح انسان اکیلا ہی پیدا ہوتا ہے۔
اسی طرح اُس نے اکیلے ہی مَرنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

اسی مجموعہ کے آخر میں پہاڑی اور گوجری زبان میں ''نغمۂ اتحاد'' لکھا گیا ہے۔ جو صنفِ سُخن کے اعتبار سے نظمِ مثلّث ہے۔ اِس مثلّث کو ایک خوبصورت ٹیپ مصرعہ سے سجایا گیا ہے۔ زبان، بیان، سلاست، فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے یہ نغمہ ایک مثالی کلام ہے۔ اِس نظمِ مثلث کا مقابلہ اگر آپ ریاست کے مختلف شعراء کے اُردو کلام سے کریں گے تو آپ کو اِس ''نغمۂ اتحاد'' کی فنّی صلاحیت کا اندازہ ہو جائے گا۔ مثلاً رسا جاودانی کی اُردو نظم ''برف باری''، سلیس فصیح و بلیغ زبان میں لکھی گئی ہے۔ لیکن اِس میں صرف برف کی صعوبتیں گنوائی گئی ہیں اس کے مقابلے میں یہ نظم پہاڑی میں ہونے کے باوجود نہایت ہی فصیح و بلیغ اور سلاست پر مبنی ہے۔ ''نغمۂ اتحاد'' میں ایک بکھری ہوئی قوم کو اتحاد کا پیغام دیا گیا ہے جو ایک تعمیری اور ایک مذہبی کارنامہ ہے۔ جس کی معنویت اِس نغمہ کو حیاتِ جاوید بخش گئی ہے۔ نمونے کیلئے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

رَل مِل رہنا حکم قرآنی   لڑنا پھڑنا فعل شیطانی
پاک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ناں اے ارشاد
گوجر ، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

کلمہ ، حج ، نماز سِکھانا   جنت بس اُس نے ہی جانا
جھڑا چھوڑے بُخل تے باد
گوجر ، کشمیری، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

چنگا سوہنا گم سنبھالی گوڈی کھٹیاں، کھٹیاں تالی
روٹی کھاساں نال سواد
گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

چھوٹے لیڈر توڑ کرانے بیراں کولوں بیر نسانے
انہاں پور پیسی کوئی افتاد
گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

بدلو اپنا سوچ رویّہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعاً
رب نی، آسی گی امداد
گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

پونچھ راجوری کے حالات کے پیشِ نظر اتحاد کے اس قسم کے پیغام کی اشد ضرورت تھی۔ اِسلئے بسملؔ صاحب نے یہ ذمہ داری پوری کرتے ہوئے ہر صاحبِ قلم کی توجہ اِس طرف مبذول کرنے کی کوشش کی ہے خدا کرے ہر ذی شعور اِس بات کو سمجھے۔





حمد باری تعالیٰ

سب تعریفاں تیریاں مولیٰ تیرے سب شکرانے
محشر دے بچ باہج تُساں تھیں ،مندے بہت ٹھکانے

اُس ہاں سارے تیرے بندے ،توسبناں ناں مالک
چرند پرند تے شجر ہجر ناں ، توئی خالق رازق

علم ،عمل نی ، مشکل میری کرو آسان خدایا
سِدّھا رستہ سوہنی منزل کرو انعام سِوایا

چارے پاسے ظلم جبر ناں ہویا بہت انھیرا
رحمت دا مینھ دیو خدایا ، ہووے امن سویرا



اے خدا سب کمال ہے تیرا
سارا کُجھ بے مثال ہے تیرا

خاکی ، نوری تے ناری سب تیرے
ساری دُنیا عیال ہے تیرا

اُس تے سارے فناہ نے چکر وچ
ناں بس لازوال ہے تیرا

میرا ہر ساہ تری عنایت ہے
میری اے جان ، مال ہے تیرا

اُس نی عظمت ناں کیہ بیاں بسملؔ
جس نے دِل وچ خیال ہے تیرا



مناجات

میں ترے در ناں ہاں گدا مولیٰ
پیش کرنا میں ایہہ دُعا مولیٰ

لوک در بند کر گئے غم نئیں
اپنا رکھیو سدا کُھلا مولیٰ

مدتاں تھیں ہے آرزو میری
سفرِ محمود پُر چلا مولیٰ

شام بطحا نے بِچ اگر گذرے
رِمگی طیبہ نے بِچ جگا مولیٰ

کر ہاں منزل قریب تر میری
رستے سَوکھے مرے بنا مولیٰ

ٹھلی ٹھلی پُھلاں نی بارش دے
باغ رکھیو ہرا بھرا مولیٰ

پاک بھارت نی دوستی کر ہاں
میری کشمیر کی بچا مولیٰ

چُور کیتا ہے جنگ نے روٗلے
امن ناں گیت ہُن سُنا مولیٰ

دست بستہ کھلا تلا بسملؔ
میرے افسرہؔ کی دے شفا مولیٰ

ہؔ چھوٹے بھتیجے کا نام



نعتِ پاک

نئیں دُنیا وچ کوئی آپ ﷺ جیا، سُبحان اللہ، سبحان اللہ
کیتی رب نے آپ ﷺ دی آپ ثنا ، سُبحان اللہ سبحان اللہ

تُس فرشوں عرشاں جانے او، سوہنے رب نی بزم سجانے او
کیتی بہہ کے دوہاں نے خوب صلح ، سُبحان اللہ سُبحان اللہ

پہاویں طائف نی اے شام ہووے، پہویں خندق ناں اے مقام ہووے
دِتّی ظلم نے بدلے خوب دُعا، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

تُساں نور پیالا پیتا ہے، تُساں دور اندھیرا کیتا ہے
ہر درد نی تُساں کول دوا، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

سُتّے لوک تُساں ہُشیار کیتے ، تُساں ڈُبّے بیڑے پار کیتے
سُکّا باغ کیتا ہے تُساں ہرا ، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ

کدو تکساں مکّے مدینے کی ، ٹھنڈ پیسی مہاڑے سینے کی
رب دسے بسمؔل غارِ حرا ، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ



سروری چنگی لگی نہ خُسروی چنگی لگی
می تے آقا تیرے دَر نی چاکری چنگی لگی

تذکرے قُرآن وچ میں بہت جنت نے سُنے
او وی چنگی پَر مدینے نی گلی چنگی لگی

تُس جدوں بولے تے بنیا زہر وی آبِ حیات
دشمناں کی وی تُساں نی دوستی چنگی لگی

شہنشاہ ہو کے فقیرانہ گذاری زندگی
عرش والے کی تُساں نی عاجزی چنگی لگی

ٹاکیاں لانا تے جَو کھانا تُساں کیتا قبول
میرے آقا (ﷺ) کیہ غضب نی سادگی چنگی لگی

نعت کیہ لکھی میں بسملؔ خوشبواں می کھیر یا
مصطفیٰ نے تذکرے نی می کھڑی چنگی لگی



لوح لکھاں میں قلم لکھاں ،تُساں کی عرشاں نی شان لکھاں
زبور لکھاں ، توریت لکھاں ،اِنجیل لکھاں ، قرآن لکھاں

ملائکاں ناں کلام لکھاں ،کہ انبیاء ناں اِمام لکھاں
میں اقصیٰ لکھاں ، میں حرم لکھاں ،خلیل نی میں اذان لکھاں

میں رحمتاں ناں خزاناں لکھاں ، کہ قُدسیاں ناں قرینہ لکھاں
تُساں کی نوحؑ ناں سفینہ لکھاں ، کلیمؑ نی میں زبان لکھاں

خدائے برتر تھیں بعد بہتر سوا تُساں نے کوئی نئیں ہے
میں ناقص و نابکار بسملؔ کیہ عظمتاں ناں بیان لِکھاں





مدینے نی گلیاں بازاراں نے صدقے
میں اُس شہر نے سبزہ زاراں نے صدقے

مدینے نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے قدماں کی چُمیا
میں پُھل تے مدینے نے خاراں نے صدقے

جو ہوگے نی پیوند خاکِ مدینہ
اُنہاں غازیاں جانثاراں نے صدقے

مدینے نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بُلاوَ مدینے
میں حسنینؓ تے چار یاراںؓ نے صدقے

جدوں نظر آسی گا گنبدِ خضریٰ
کراں جان اُسنی بہاراں نے صدقے





لوح لکھاں میں قلم لکھاں ، تُساں کی عرشاں نی شان لکھاں
زبور لکھاں ، توریت لکھاں ، اِنجیل لکھاں ، قرآن لکھاں

ملائکاں ناں کلام لکھاں ، کہ انبیاء ناں اِمام لکھاں
میں اقصیٰ لکھاں ، میں حرم لکھاں ، خلیل نی میں اذان لکھاں

میں رحمتاں ناں خزاناں لکھاں ، کہ قُدسیاں ناں قرینہ لکھاں
تُساں کی نوحؑ ناں سفینہ لکھاں ، کلیمؑ نی میں زبان لکھاں

خدائے برتر تھیں بعد بہتر سوا تُساں نے کوئی نئیں ہے
میں ناقص و نابکار بسمؔل کیہ عظمتاں ناں بیان لِکھاں





مدینے نی گلیاں بازاراں نے صدقے
میں اُس شہر نے سبزہ زاراں نے صدقے

مدینے نے آقا ﷺ نے قدماں کی چُمیا
میں پُھل تے مدینے نے خاراں نے صدقے

جو ہوگے نی پیوند خاکِ مدینہ
اُنہاں غازیاں جاںنثاراں نے صدقے

مدینے نے آقا ﷺ بُلاؤ مدینے
میں حسنینؓ تے چار یاراںؓ نے صدقے

جدوں نظر آسی گا گنبدِ خضریٰ
کراں جان اُسنی بہاراں نے صدقے



مناجات

تیرے باجھ میں کس کی لوڑاں، تیرے باجھ مرا کوئی وی نئیں
تیری رحمت دیاں آساں، تیرے باجھ مرا کوئی وی نئیں

توئی ہے سیں ، توئی ہوسیں ، توئی زخم میرے کی تھوسیں
تیرے باجھ میں کس کی آکھاں، تیرے باجھ مرا کوئی وی نئیں

جھلے چھکھڑ تے رات انھیری، وحشی کُتے چار چوفیری
تیری آس، ناں دِیا بالاں ، تیرے باجھ مرا کوئی وی نئیں

مہاڑے پَیر جدھر وی اُٹھّے ، اُتھّے اگ انگارے بُھٹھے
رکھّو لاج مری ہُن سائیاں، تیرے باجھ مرا کوئی وی نئیں

اِس دُنیا نے رنگ نرالے، زوراں جبراں نے سارے چالے
کُس پاسے بسمل جاساں ، تیرے باجھ مرا کوئی وی نئیں



نعت پاک

ہزار باری میں چبھ تھواں ، نبی ﷺ نے فر ذکر خیر کرساں
کدو می اُو دِن نصیب ہوسی ، نبی نبی شہر شہر کرساں

کدو تُو اَکھیاں کی نُور دیسیں ، کدو دِلے کی سرور دیسیں
اے آس ناں بَن ہرا وی ہوسی، کدو مدینے نی سیر کرساں

گُناہ میں بے حساب کیتے ، بنے نے گم سب خراب کیتے
کرم تُساں ناں اگر نہ ہویا ، میں جان پُر کتنے قہر کرساں

ہے زندگی اِک اُداس جنگل، اُداس رستے ، اُداس منزل
ترے کرم ناں جے ساتھ ہویا ، سفر اے اُوکھا بخیر کرساں

پلاؤ زمزم نیاں پھواراں ، حرم نیاں می دَسّو بہاراں
جے جامِ رحمت پلاؤ آقا ﷺ میں زندگی کی نہ زہر کرساں

دِلاں نے ڈُونگے سمندراں تھیں ، ہے اَج بسملؔ آواز آئی
تُو میری نگری تھیں دور رہنا ، میں کِس طرح تیری خیر کرساں



پہاڑی غزلیات

نائیں یاد تُگی کُجھ وی اقرار جو کیتا سی
اِک روز محبت دا اظہار جو کیتا سی

سجدے نِچ سِر رکھیا تر چیبھ ذِکر نِچ سی
انجام بُرا ہویا انکار جو کیتا سی

بالاں نی سفیدی نے احساس دِلایا ہے
جو سوچیا سب ضائع، بیکار جو کیتا سی

جو اپنیاں دُکھ دِتّا اُوہ درد نرالے ہین
میں سارا ئی پُہل بیٹھا اغیار جو کیتا سی

ہُن اُس نی محبت نے انداز نرالے نی
ہے یاد مگر بسملؔ اُس وار جو کیتا سی



جانے کیاں اُداس بیٹھا سی
بے بدن بے لباس بیٹھا سی

اَج چوفیری پھلاں نی بارش ہے
اَج کوئی آس پاس بیٹھا سی

کُس کی آکھاں میں کیسی گذری ہے
ہر کوئی نا شناس بیٹھا سی

ہُن قیامت کِرڑی بپا ہوسی
شخص ہر اِک اُداس بیٹھا سی

موت جس کی وی دے گئی فرصت
زہر وی اُس کی راس بیٹھا سی

غم نی ایسی ہوا چلی بسمل
شہر سارا اُداس بیٹھا سی



اپنے دِل کی فرار کرنا ہاں
زندگی بے مہار کرنا ہاں

تیری خاطر دعا تے کُجھ وی نئیں
جان اپنی نثار کرنا ہاں

اُوکھے سوکھے گذرنا دِن میرا
راتی تارے شمار کرنا ہاں

مُدتاں تھیں ہوا نے مونڈھے پُر
آرزوّاں سوار کرناں ہاں

پتھراں نے کٹھور شہراں بچ
شیشیاں ناں بپار کرنا ں ہاں

آپ اپنا میں خون پیناں ہاں
آپ اپناں شکار کرناں ہاں

ایویں بسملؔ اُداس گنداں پُر
روز نقش و نگار کرناں ہاں



کیہ آکھاں اِس بستی اندر ، کتنے ہین دیوانے لوک
راتو رات بدل جانے نی ، جانے تے پہچانے لوک

رشتے ناطے کچے تھاگے، کیہ اعتبار انہاں ناں ہے
میں تے سارے تکّی لے نی، اپنے تے بیگانے لوک

میں بھولا پَن آکھاں اس کی، یا اِتھوں نی عادت ہے
بیڑا ڈُبی ہوئی گیا ہوناں، پھر آئی تے سمجھانے لوک

جانے کِس جادو ہے کیتا ،یا پھنگے ناں پیالا پیتا
تھرتی پیرا ہیٹھوں نٹھی ، سُتّے ہین مستانے لوک

اِک پَل وی اے بین نئیں دینے، جینے جی ساہ لین نئیں دینے
مرنے ویلے ٹھاہیاں مارن ، بہنے آن سرہانے لوک

گلیاں گلیاں آلے ماراں ، سِر گھنداں پُر میں پڑکاراں
لہوں رِکیاں اکھیوں ڈُلناں ہے ، پچھنے نئیں انجانے لوک

زوراں والے کیہ نئیں کرنے ،لِسّے اِتھے ساہ نئیں پھرنے
نکیاں نی رِنکّی جئی گل وی ، عرشاں پُر چڑھانے لوک

محرومی ناں موسم بسمل ہُن پنچھی اُڈ جاسن گے
بَلیاں اُپر دیئے بَلسن ،بنسن گے پروانے لوک

گِٹّے سنگل، گل بِچ پھائی
ربّا کئی جئی شامت آئی

ہر اَکھی بِچ اَتھروں ڈُلن
شہرے بِچ اے اَگ کِس لائی

پُھلاں تھیں دِل کُس ناں رجیا
کنڈیاں نی تَھل کُس نے رائی

شیشہ پھیا چنگا ہویا
اِس شیشے سی جان ستائی

کُتیا رستا چھوڑی دے کھاں
میں پردیسن دوروں آئی

کُکڑا کو نی گَل ناں کریاں
ہُن تے میگی نیندر آئی

بسملؔ مُڑنے نی وی سوچو
راہ تکنی ہے بُڈھی مائی



منگتے تُس در در تکسو گے
مُونڈھیاں اُپر کھر تکسو گے

نِکّے موٹے اَتھروں ڈولن
کھر اندر بے کھر تکسو گے

ہوٹھاں پُر جندرے لکسن گے
اَکھیاں وِچ دفتر تکسو گے

باغاں نی ٹالی ٹالی پُر
چِڑیاں کی بے پَر تکسو گے

شیشے سامی رکھیو سارے
ہتھاں وِچ پتھر تکسو گے

مَتھیاں پُر محراباں لِشکن
ہتھاں بِچ خنجر تکسو گے

دریا دریا، جنگل جنگل
فوجاں تے لشکر تکسو گے

اکھیاں پُر نیندر نچسی گی
کنڈیاں پر بستر تکسو گے

رِفر ووٹاں ناں فتنہ آیا
پھر فتنے گھر گھر تکسو گے

ساں ساں بیڑا کرنا ہوسی
اندر اِک شاعر تکسو گے

پریاں کھیڑا چھوڑی دِتّا
ہُن بسملؔ کی گھر تکسو گے

باغاں بچ پہاڑ بلنا سی
ککھ کنڈا ہر پھل سڑنا سی

گُتے گلیاں روڑاں دینے
ہُن اَسمانوں کیہ ٹھلنا سی

ہتھوں باز کھڑائی بیٹھا
ایویں نئیں اُو ہتھ ملنا سی

اِک وی مِٹھا بول نہ بولے
سینے اُپر مُنڈھ دَلنا سی

بسملؔ کی کوئی تاہنگ تے ہوسی
مُڑھ مُڑھ کے اے کیوں تکنا سی



زخم سارے چُھپائی تے رکھیو
درد اپنے دبائی تے رکھیو

اَتھروں راز فاش کرسن گے
اَکھیاں کی سکائی تے رکھیو

سبز پتراں اُداس ہو جانا
بُلبلاں کی سُنائی تے رکھیو

منگ آساں نے میں پھری لوواں
ساوناں کی کھلائی تے رکھیو

اِک ناں اِک دِن او آن گے
رستیاں کی سجائی تے رکھیو



پتھراں نال بولنے رہنے
پانیاں کی چھچھولنے رہنے

لوک بے سمت کاغذاں کیتے
پھر وی کاغذ پھرولنے رہنے

کدو ٹھنڈی ہوا اِدھر آسی
اس تہہ اجکل اے سوچنے رہنے

رِتت او خاباں نے نِچ مُڑی آنے
زخم دبّے گرولنے رہنے

شام وِیلے خلاں نے نِچ لبسمؔل
کوئی پچھے کیہ لوڑنے رہنے



کشتی مہاڑی پار کرو ہاں
کانگ بڑی ہے تار دیو ہاں

مُدتاں تھیں سینہ تُھکنا ہے
پانی ٹھنڈا ٹھار دیو ہاں

کھل مکھلے رستے سارے
می بیلی می یار دیو ہاں

پھل پُھل سارے اُدھرے پھنکے
می وی کج سرکار دیو ہاں

تُس جو دیسو سر اکھیاں پُر
پُھل بوٹے کیہ خار دیو ہاں

کوئی میری گل نئیں سننا
سہونا سبھ اظہار دیو ہاں

کیوں پتھر ناں بُت تُس بننے
ہاں، نئیں تے انکار دیو ہاں

اِک تُس ہووو، اِک میں ہوواں
بسمل کی اوکھر دیو ہاں



چَن چڑھیا اُس ڈُب وی جانا ، رکھیو اِس ناں خیال
کھلیاں آنا کھلیاں جاناں ، جاسی ناں کوئی وی نال

رشتے ناتے چھوٹھ ہی سارے ، سچّی رب نی ذات
دُنیا نی اے دولت ،عزت،سارا ہے اِک جال

بوٹے اُپر بہار نے ڈیرے ، پر توڑی نئیں رہنا
اِس نے آخر تہرت پگڑنی ، پھج جاسی ہر ڈال

سڑھ سڑھ کے تو کوئلہ ہوویں حرص نی اَگ تو چھوڑ
کِس نے کھادا اَگ نگارا ، دُنیا دا ایہ مال

کرم دی کشتی پہیجو رب جی ،بسملؔ عاصی ڈیکے
غم نی ڈاب سمندروں ڈُنگی ، ڈُبیا ہر اِک بال



غزل

کدوں چڑھسی دیہنہ تے کدوں گلسی مانی
کدوں اِنہاں کوہلاں تھیں ٹھلسی پانی

میں مدتاں تھیں رستے سجائی تے رکھاں
کدوں بہڑے کھلسی گی خواباں نی رانی

کوئی کو نے تارے کی مماہلاں تھیں چاڑے
سِرے جا کے لگے عذاباں نی کہانی

دِلے نی دِلے بچ چھپائی تے رکھی
بڈھیمے نی کانگے بچ ڈوبی جوانی

چوفیری ہنیرے تے وحشت نے سائے
چورستے کھلوتی میری زندگانی

اِتھے نفسا نفسی ناں عالم چوفیری
اِتھّے گل نئیں کیتی کُسے وی سیانی

میں سب کُجھ او کیتا جھڑا نئیں سی کرنا
بنانی تیرے ناں نی رہ گئی نشانی

کہانی ایہ ترتیب مریم نے دِتی
سُنائی ہے بسملؔ نے اپنی زبانی

ے اہلیہ محترمہ

نغمہ ٔ اتحاد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

اِس نعرے بچ شان اَساں نی عزت، عظمت جان اَساں نی
اللہ رکھے شاد آباد
گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

رَل مِل رہنا حکم قرآنی لڑنا پھڑنا فعل شیطانی
پاک نبی (ﷺ) ناں اے ارشاد
گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

کلمہ، حج، نماز سِکھانا جنت بس اُس نے ہی جانا
جہڑا چھوڑے بُخل تے باد
گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

چنگا سوہنا کم سِنبھالی گوڈی کھٹیاں، کھٹیاں تالی
روٹی کھاساں نال سواد
گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

کم عقلی کی ہُن تُس چھوڑو دور گیاں کی ہُن تُس لوڑو

جڑ تھیں پٹنا ہُن فساد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

چھوٹھے لیڈر توڑ کرانے　　پیراں کولوں بیر نسانے

اِنہاں مور پَیسی کوئی افتاد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

بَدلو اپنا سوچ روّیہ　　وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا

رب نی، آسی گی امداد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

آؤ سارا ہتھ مِلاواں　　اُس سارے کھنڈ کھیر ہو جاواں

بسملؔ دیوان ساُرئی ناد

گوجر، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد



نغمۂ اتحاد

(بزبان گوجری)

گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

اِس نعرہ مانہہ شان ہے مہاری عزت، عظمت، جان ہے مہاری
رب رکھے ہمناں آباد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

مِل غے رہنو حکم قرآنی لڑنو ، پہڑنو فعل شیطانی
پاک نبی (ﷺ) غو یوء اِرشاد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

کلموں ، حج ، نماز سِکھاوے جنت بس اُس ناں ہی تھاوے
جھڑو چھوڑے بُخل تے باد
گوجر ، کشمیری ، پہاڑی اتحاد
زندہ باد جی زندہ باد

چنگو سوہنو گم سنبھالی گوڈی رَل غے، رَل غے تالی

روٹی کھاں غا نال سواد

گوجر ، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

کم عقلی ناں ہُن تم چھوڑو دور گیاں ناں ہُن تم لوڑو

جڑ تے پٹّو ہُن فساد

گوجر ، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

چھوٹھا لیڈر ہماں توڑیں سچّا رستہ کولوں موڑیں

اِن وَر پُووے کائے اُفتاد

گوجر ، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

بدلو تم ہُن سوچ روِیّا وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا

رب سچا غی ملے امداد

گوجر ، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد

آوَ سارا ہتھ مِلاواں اَس سارے کھنڈ کھیر ہو جاواں

بسملؔ دیوان سارئی ناد

گوجر ، کشمیری، پہاڑی اتحاد

زندہ باد جی زندہ باد



پہاڑی آزاد نظم

اپنی اہلیہ محترمہ مریم نے ناں جنہاں نی صحت ناساز ہے تے انہاں دِناں جموں (جانی پور) قیام پزیر ہین (۱۷/۱۸/۱اپریل ۲۰۱۱ء)



بدل، ٹھنڈ شام سویرے، بمباں نے کڑکار
تے اِس بچ تُساں ناں خیال
گُل مِلائی تے مندا حال
لوک بدل کی آکھنے ہین رحمت
اِس بچ کیہ شک
نئیں کوئی شک
مگر جئی لمکی جے ہونا ہے زحمت
چوفیری پانی، ٹھنڈ، تے گارُا
جِس بچ پا چھیاں ناں نئیں کُج چارا
بیچاریاں کی نہ ٹھنڈے سُکھ تے نہ تتّے سُکھ
دُھپ لگے تے ہُو ہُو، ٹھنڈ لگے تے سُو سُو

روڑے نے دِن وی یاد ہین
بدل نی اِکس بوندے واسطے تڑفنے ساں
دریا، جنگل، شہر بازار
سارے کرنے سَن ہاہا کار

نمازاں پڑھنے ، ہون کرنے تے پھولے لوک خدا کی ٹھگنے
پھر جائی تے بدل پیا
تیہ اساں کجھ ساہ لیا

شام سویرے نی کیہ کہانی سُناں
اِدھر مار اُدھر مار
بس مارو مار
پچھلے دساں باراں سالاں بچ موئے ہین کئی ہزار
ہر پاسے یتیماں ، مسکیناں ، مہاجراں تے لاشاں نے انبار
کہراں اندر لوک مسافر
باہر جانیاں ڈر ۔ اندر آنیاں ڈر
کیڑے ویلے کیہہ ہوسی ، کجھ پتہ نئیں
سارے لوک تھکے وے ، تے مُکے وے
مگر گن مچھکے وے
کیہہ کرسی امریکہ ، کے ، سی پنت تے پاک سرکار
ایوہے ساریاں کی انتظار
پنت صاحب کجھ کری لیسی ۔ ؟
می گی اخان یاد آیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
''کر کہانی کلیا، سُن کہانی ڈوریا، اتّے چور پوڑیا لولا مگر دروڑیا''
اندازہ کرو
اِس حال بچ وی میگی تُساں ناں خیال
ہر ویلے نال و نال

سچ کُسے آکھیا وا ہے

کہر، کہر والی نال

ورنہ مندے تہاڑے تے بانکا حال

کھوٹہ سکہ بنی جاناں سب مال جنجال

دوست، رشتے دار، اِنہاں ناں کیہہ اعتبار

سارے پکی وے نے یار

شیخ سعدیؒ سچ آکھیا وا ہے ع

بوقت تنگدستی آشنا بیگانہ می گردد

صراحی چوں شود خالی مجدا پیانہ می گردد

خیر اِنہاں ساریاں گلاں نے باوجود

میں تُساں کی کُسے صورت وی نئیں پُھلیا

سُتیاں، جاگنیاں، اے دُعا کرنا رہناں ہاں

دست بستہ ہے ملتجی بسملؔ

میری مریمؔ کو دے شفا یا رب (اہلیہ محترمہ)



ائی۔اے۔ایس ٹاپر سنہ ۲۰۱۰
شاہ فیصل کے نام

تو نے تو ہمیں، مالا مال کر دیا
دور تُو نے سب کا ملال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا

تُجھ کو سلام تیرے آباء کو سلام
اِحبا کو سلام تیرے اعزّہ کو سلام
تُو نے سارے دِلوں کو نہال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا

سوکھے ہوئے باغ میں بہار ہو گئی
قوم کی اُونچی دستار ہو گئی
جموں کشمیر کو وشال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا

زندہ رہے بن کے تو سچا مُسلمان
اللہ رہے ہر لحظہ تیرا نگہبان
بلا شبہ کام بے مثال کر دیا
شاہ فیصل تو نے تو کمال کر دیا

○○○

وہی تو سچا مدرس ہے

جسے خدا کی شناخت ہو
صفائی جِس کی خصلت ہو

سچائی جِس کی عظمت ہو
سادگی جِس کی دولت ہو

کام جِس کی عبادت ہو
مطالعہ جِس کی عادت ہو

طلبہ سے جِسے محبت ہو
عِلم میں جسے وُسعت ہو

جِس کی بات میں حکمت ہو
قناعت جِس کی ثروّت ہو

سرتا پا جو رحمت ہو
سبھی کی جِس کو عزت ہو

جس کا ایمان خِدمت ہو
~~جموں کشمیر کو وشال کر دیا~~
نشانہ جس کا جنت ہو
وہی تو سچا مدرس ہے
وہی تو پکا مدرس ہے

ooo

غزل

سُدھرنے کے نہیں حالات سو جا
نہیں بننے کی کوئی بات سو جا

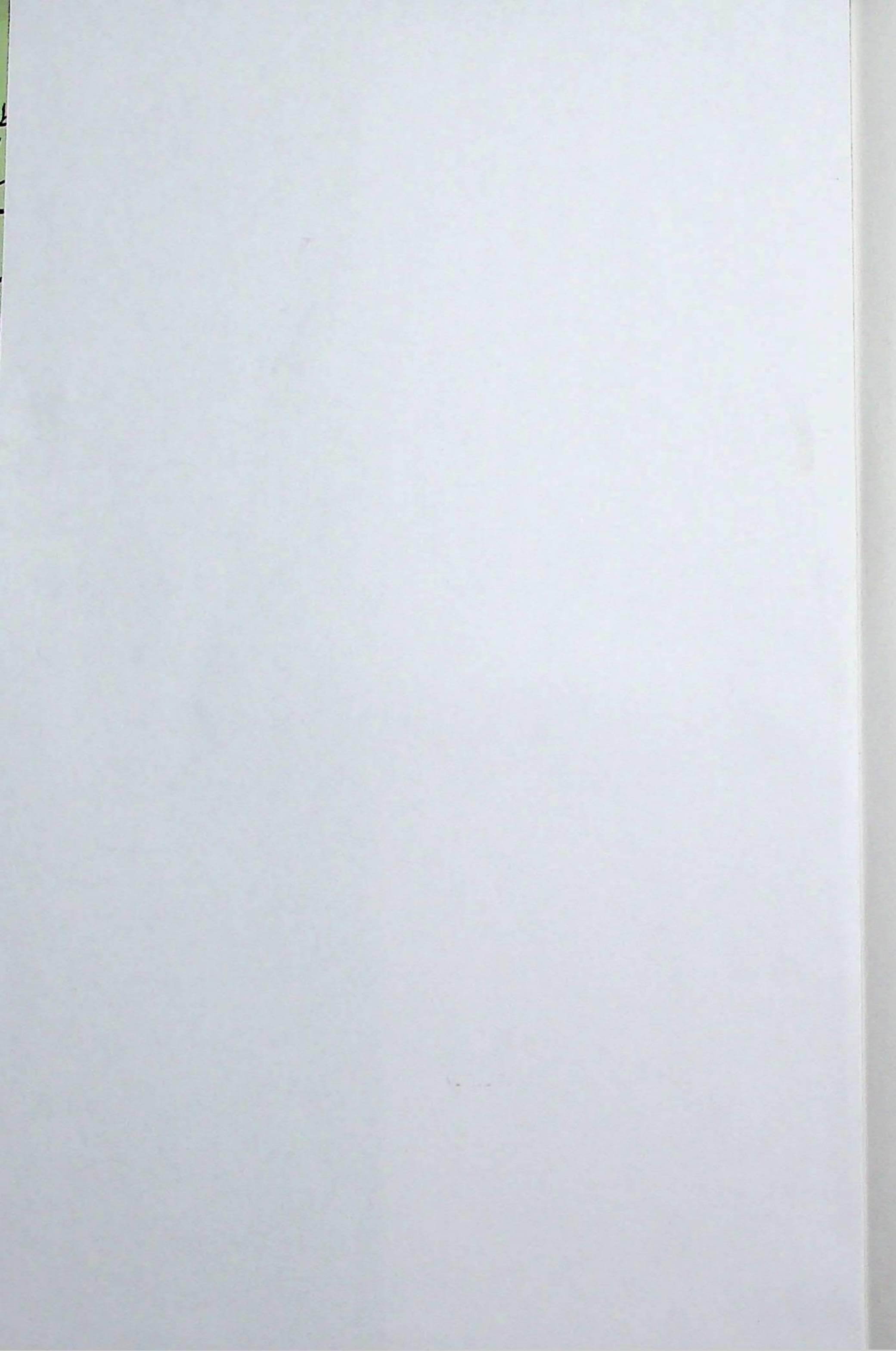
تو کربِ ذات میں کھویا ہوا ہے
مصیبت کی نہ لے سوغات سو جا

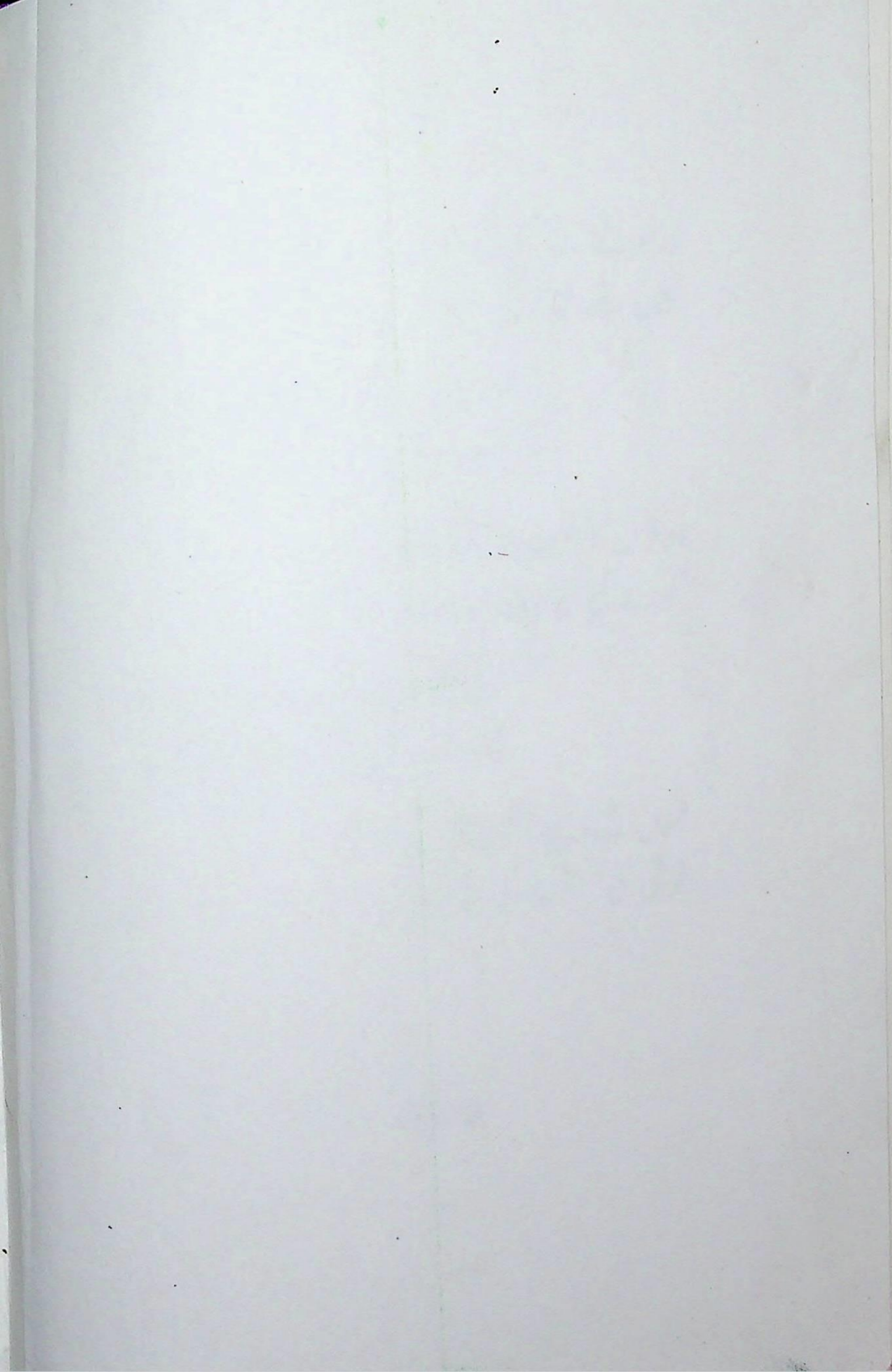
ہو جس کا کھیت ہی چٹیل چٹانیں
کرے گی کیا وہاں برسات سو جا

کوئی بھی چال چل کر دیکھ لے تو
تجھے ملنی ہے آخر مات سو جا

غموں کے اپنے آنگن میں کبھی تو
خوشی کی آئے گی بارات سو جا

○○○





خورشید بسملؔ کی موزونئ طبع کی جولانیاں اُن کی غزلوں کے اکثر اشعار میں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ بسملؔ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور ان دو مصرعوں کی جادو بھری کائنات میں ایسے ایسے طلسم خانے آباد کرتے ہیں کہ ان کی سیر کرنے والا سامع یا قاری دیکھتا جاتا ہے، محظوظ ہوتا جاتا ہے اور اپنی حیرت اور تشفّی کا سامان مہیا کرتا جاتا ہے۔ کامیاب شاعر کامیاب شعر کہتا ہے اور زیادہ کامیاب شاعر کے ہاں ان اشعار کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ یہی حال خورشید بسملؔ کا ہے۔ وہ کامیاب غزل گو شاعر کے زمرے میں رکھے جا سکتے ہیں کیوں کہ اُن کی خال ہی کوئی ایسی غزل نشان زد کی جا سکتی ہے کہ جس میں اچھے اشعار کی تعداد قلیل گردانی جا سکے۔

ایاز رسول نازکیؔ



خورشید احمد بسمل راجوری کے اُن لکھنے والوں میں شامل ہیں جو شعر و شاعری کیلئے طبع موزوں رکھتے ہیں اور بلا شبہ ایک پختہ کار اور جہاں آگاہ شاعر ہیں اُن کی چشمِ نظارہ واہ رہتی ہے وہ اپنی ذات کے نہاں خانوں سے نکل کر باہر کی معروضی دُنیا کے سرد و گرم اور اونچ نیچ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اپنے ذہنی تاثرات کو نغمیاتی رنگ و آہنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اُن کا شعری کینواس پھیلا ہوا ہے وہ اپنے مشاہدات، سماجیات اور اخلاقیات کو ہنر مندی سے نظم کرتے ہیں۔ وہ ماشاء اللہ "بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر" کے تحت اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کے ساتھ ہی مدحتِ رسول ﷺ کی صورت میں اپنے عقیدتمندانہ جذبات کا اظہار کرتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے طے کردہ کسی نظریے کی پابندی کو ٹھکراتے ہوئے اپنے شعری ذہن کی آزادگی کو روا رکھتے ہیں۔

جہاں تک اُن کی غزلیات کا تعلق ہے اِن میں کئی اشعار اُن کے ذہنی، نفسیاتی اور جذباتی رجحانات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ ایسے اشعار میں الفاظ کی سادگی اور لہجے کی روانی سے کام لیتے ہوئے شعری وقوع کی عمل آوری کا احساس دِلاتے ہیں، یہ ضرور ہے کہ بسمل صاحب اُن شعراء میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں جو گرد و پیش کے پُر آشوب واقعات کو شدّت سے اور سچائی سے پیش کرتے ہیں اور بہر صورت روایت نوازی کا حق ادا کرتے ہیں۔

